آئینۂ انجمن

جمادی الثانی 1444ھ، جنوری 2023ء

شمارہ نمبر: 47

رابطہ: 7 - 34993436 - 021

www.QuranAcademy.edu.pk

انجمن خدام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

اہم موضوعات

ڈاکٹر محمد الیاس
اداریہ — وقت کی قدر و قیمت پہچانو صفحہ نمبر: 03

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظاتِ صدر مؤسس انجمن خدام القرآن، کراچی صفحہ نمبر: 06

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ
اقتباس نگران انجمن خدام القرآن، کراچی صفحہ نمبر: 07

مفتی امان اللہ خان
احیائے سنت کی اہمیت صفحہ نمبر: 11

شاہنواز فاروقی
کتاب صفحہ نمبر: 15

راحیل گوہر صدیقی
غیرت و حمیت میں فہم و فراست کا پہلو صفحہ نمبر: 18

سیرت کانفرنس
قدرتی آفات اور اسوۂ حسنہ صفحہ نمبر: 20

ماہانہ رپورٹ
انجمن خدام القرآن سندھ کے تحت جاری سرگرمیاں صفحہ نمبر: 23

ماہانہ رپورٹ
شعبۂ سمع و بصر صفحہ نمبر: 25

B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔
انجمن خدام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

فرمانِ الٰہی جل جلالہ
و
فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ سَبِیۡلًا ﴿۱۳۷﴾ (سورۃ النساء : 137)

ترجمہ : جو لوگ ایمان لائے ، پھر کافر ہو گئے ، پھر ایمان لائے ، پھر کافر ہو گئے ، پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے ، اللہ ان کو بخشنے والا نہیں ہے ، اور نہ انہیں راستے پر لانے والا ہے

تشریح : اس سے مراد وہ منافق بھی ہو سکتے ہیں جن کا ذکر چل رہا ہے ، کیونکہ وہ مسلمانوں کے پاس آکر مسلمان ہونے کا اعلان کرتے تھے ، مگر تنہائی میں کفر اختیار کر لیتے تھے ، پھر کبھی مسلمانوں کا سامنا ہوتا تو دوبارہ ایمان لانے کا مظاہرہ کرتے مگر پھر اپنے لوگوں کو اپنے کفر کا یقین دلاتے ، اور اپنے عمل سے کفر ہی میں بڑھتے چلے جاتے ۔ نیز بعض روایات میں کچھ ایسے لوگوں کا بھی ذکر آیا ہے جو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہوئے ، پھر توبہ کر کے مسلمان ہوئے ، مگر بالآخر دوبارہ مرتد ہو کر کفر ہی کی حالت میں مرے ۔ آیت کے الفاظ میں دونوں قسم کے لوگوں کی گنجائش ہے ۔ اور ان کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اللہ نہ ان کو بخشے گا ، نہ راستے پر لائے گا ، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنے اختیار سے کفر اور اس کے نتیجے میں دوزخ کی راہ کو چن لیا تو اللہ ان کو زبردستی ایمان اور جنت کے راستے پر نہیں لائے گا ، کیونکہ دنیا دار الامتحان ہے ، اور ہر شخص کا انجام اس کے اپنے اختیار سے چنے ہوئے راستے کے مطابق ہونا ہے ۔ اللہ نہ کسی کو زبردستی مسلمان بناتا ہے ، نہ کافر ۔ (آسان ترجمہ قرآن ۔ ۔ مفتی تقی عثمانی)

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، إِنَّ أُمَّتِی یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِینَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ یُطِیلَ غُرَّتَهُ فَلْیَفْعَلْ۔

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے امتی قیامت کے دن بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے اُن کے چہرے اور ہاتھ اور پاؤں روشن اور منور ہوں گے ۔ پس تم میں سے جو کوئی اپنی وہ روشنی اور نورانیت بڑھا سکے اور مکمل کر سکے تو ایسا ضرور کرے ۔

تشریح : وضو کا اثر اس دنیا میں تو اتنا ہی ہوتا ہے کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں کی دھلائی صفائی ہو جاتی ہے اور اہل ادراک و معرفت کو ایک خاص قسم کی روحانی نشاط و انبساط کی کیفیت بھی حاصل ہوتی ہے ۔ لیکن جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس حدیث میں (اور اس کے علاوہ بھی متعدد حدیثوں میں) فرمایا ہے ۔ قیامت میں وضو کا ایک مبارک اثر یہ بھی ظاہر ہو گا کہ وضو کرنے والے آپ کے امتیوں کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وہاں روشن اور تاباں ہوں گے اور یہ اُن کا امتیازی نشان ہو گا ۔ پھر جس کا وضو جتنا کامل و مکمل ہو گا اُس کی یہ نورانیت اور تابانی اسی درجہ کی ہوگی اسی لیے حدیث کے آخر میں حضور نے فرمایا ہے کہ جس سے ہو سکے وہ اپنی اس نورانیت کو مکمل کرنے کی امکانی کوشش کرتا رہے. جس کی صورت یہی ہے کہ وضو ہمیشہ فکر اور اہتمام کے ساتھ مکمل کیا کرے اور آداب کی پوری نگہداشت رکھے ۔ (معارف الحدیث از مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ)

وقت کی قدر و قیمت پہچانو

ڈاکٹر محمد الیاس

مدیر تعلیم، انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

زندگی کی اہمیت اور قدر و قیمت کسی اسپتال کے آئی سی یو میں بکھرتی سانسوں اور ڈوبتی دھڑکنوں کے ساتھ موت سے لڑتے مریض سے پوچھیں۔ ایک سال کی اہمیت اور قدر و قیمت امتحانات میں فیل ہونے والے کسی طالب علم سے پوچھیں جسے ایک سال دوبارہ اسی کلاس میں پڑھنا پڑے گا۔ ایک ماہ کی اہمیت اور قدر و قیمت قبل از وقت پیدا ہونے والے انکیوبیٹر میں سانس کھینچتے ہوئے بچے کے والدین سے پوچھیں جو اپنے بچے کی زندگی کی دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک ہفتہ کی اہمیت اور قدر و قیمت کسی ہفتہ وار جریدہ کے ایڈیٹر سے پوچھیں جو رات دن لگا کر بروقت جریدہ کی اشاعت کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ ایک دن کی اہمیت اور قدر و قیمت اس مجرم سے پوچھیے جسے کل سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ ایک گھنٹے کی اہمیت اور قدر و قیمت آپریشن تھیٹر کے باہر اپنی بیٹی کی زندگی اور صحت کی دعائیں کرنے والی ماں سے پوچھیں۔ ایک منٹ کی اہمیت اور قدر و قیمت کسی تاخیر سے پہنچنے والے مسافر سے پوچھیں جس کے سامنے اس کی ٹرین یا بس اسے چھوڑ کر دور جا رہی ہو۔ ایک سیکنڈ کی اہمیت اور قدر و قیمت کسی حادثے میں بال بال بچ جانے والے خوش قسمت سے پوچھیں جو تیز سانوں اور کانپتے ہاتھوں سے اپنے جسم کو چھو کر اپنے صحیح سلامت بچ جانے پر حیرت زدہ ہو۔ ایک لمحہ کی اہمیت اور قدر و قیمت اولمپک کے مقابلے میں سلور میڈل جیتنے والے سے پوچھیں کہ جس نے ایک لمحہ کی تاخیر کے سبب گولڈ میڈل کا حق کھو دیا ہو۔

زندگی خود ایک وقت معین تک کی مہلت ہے جس میں کامیابی و ناکامی کا انحصار وقت کے صحیح یا غلط استعمال پر منتج ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ وقت برباد کرنے والوں کو، وقت برباد کر کے چھوڑے گا۔ مقولہ ہے کہ «حَیاتُكَ أَنفاسٌ تُعَدُّ فَكُلَّما مَضٰی نَفَسٌ أَنقَصتَ بِهِ جُزءاً» آپ کی زندگی سانسوں کی تعداد ہے جب بھی آپ ایک سانس لیتے ہیں تو اتنا حصہ زندگی کا کم ہو جاتا ہے۔ وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ سورۃ المومنون میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ فلاح پا گئے اہل ایمان، جنہوں نے اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کیا، اور جنہوں نے لغو کاموں سے اعراض کیا۔ اور سورۃ العصر میں اللہ تعالی نے تیزی سے گزرتے ہوئے زمانے کی قسم کھائی گویا انسانوں کی زندگی بھی تیزی سے گزر رہی ہے۔ گھڑی کی ٹک ٹک بھی ایک پیغام دے رہی ہے کہ غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی، گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو (۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) صحت کو بیماری سے پہلے (۳) خوشحالی کو تنگدستی سے پہلے (۴) فراغت کو مشغولیت سے پہلے (۵) زندگی کو موت سے پہلے (المستدرک علی الصحیحین)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "دو نعمتیں ایسی

ہیں کہ اکثر لوگ ان کے بارے میں دھوکہ میں رہتے ہیں یعنی صحت اور فراغت " (صحیح البخاری)

وقت ایک ایسی شے ہے جسے نہ خریدا جا سکتا ہے، نہ ادھار لیا جا سکتا ہے، نہ جمع کیا جا سکتا ہے۔ وقت ایک کھلے نلکے سے بہتے پانی کی مانند ہے کہ ہمارے کام کا پانی وہی ہے جو استعمال میں آ جائے باقی پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ " میں صوفیاء کے ساتھ رہا ہوں اور ان کی دو ہی باتوں سے فائدہ اٹھایا ہے میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ وقت تلوار ہے، یا تو تم اسے کاٹ دو یا وہ تمہیں کاٹ دے گی اور اپنے نفس کو حق میں مشغول کرو، ورنہ وہ تمہیں باطل میں مشغول کر دے گا۔"

ساتھیوں دنیا میں وہی قومیں ترقی اور کامرانی حاصل کرتی ہیں جو وقت کی قدر و قیمت سے آشنا ہوتی ہیں۔ وقت کا کوئی نعم البدل نہیں اسے بہتر طور پر استعمال کرنا سیکھ کر ہی ہم دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ آئیے ساتھیوں عہد کریں کہ ہم وقت کی قدر و قیمت پہچانیں گے اور وقت کی ناقدری نہیں کریں گے۔ ساتھیوں ویسے تو ٹائم لائن میں دو زمانے ہی واضح نظر آتے ہیں ایک ماضی past ہے جو مستقل بڑھ رہا ہے اور دوسرا مستقبل future ہے جو مسلسل کم ہو رہا ہے لیکن اللہ نے حال کا لمحہ ہمارے ہاتھ میں دیا ہے یہ اللہ کا انمول تحفہ present ہے اگر اس ایک لمحہ کا ہم صحیح استعمال کر لیں تو نہ ماضی کا غم رہے گا اور نہ مستقبل کا خوف۔ ہدی خوان امت علامہ اقبال فرماتے ہیں

زمانہ کی یہ گردشِ جاودانہ
حقیقت ایک باقی فسانہ
کسی نے دوش دیکھا ہے نہ فردا
فقط امروز ہے تیرا زمانہ

بنت حوا باحیا لگنے لگی ہے شہر میں

موسمِ سرما تیری ٹھنڈی ہواؤں کو سلام!

موسمِ سرما اپنے اندر بہت ساری خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک کمال یہ بھی رکھتا ہے جیسے جیسے ٹھنڈ بڑھنے لگتی ہے، آستینیں کلائیوں کو، دوپٹے سروں کو اور پائنچے ٹخنوں کو چھونے لگتے ہیں۔ جو کام دین اور کلچر کی تبلیغ کرنے والے محنت کے باوجود اتنے بڑے پیمانے پر نہیں کر پاتے، وہی کام سردی کی لہر کر گزرتی ہے۔ اللہ بھی جس کو چاہے ذریعہ بنا دے۔

مگر ایک مغربی "سوغات" ایسی ہے جس سے موسمِ سرما بھی مقابلہ کرنے سے قاصر ہے اور وہ ہے "ٹائٹس"۔ لباس کے نام پر یہ بے لباسی جانے کب اور کیسے ہمارے معاشرے میں سرایت کر گئی اور ہمارے گھروں تک آ پہنچی اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔ وہی چیز جو پہلے سردی سے بچاؤ کے لئے نیچے پہنی جاتی تھی، باہر آ نکلی۔ شلوار/ٹراوزر تو رخصت ہوا، باقی بچیں "painted legs"۔ مقصد مدعا یہ، کہ شریف گھرانوں کے سربراہان سے گزارش ہے کہ اپنی بہنوں، بیٹیوں اور بیگمات کے لباس پر ایک دفعہ نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ کیا وہ ہمارے دین اور اقدار و روایات سے میل کھاتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو آج سے ان کی تربیت کا آغاز کریں تاکہ وہ خود، سوچ سمجھ کر اور اپنے دل سے ان غلط چیزوں کو خیر آباد بولیں اور اپنی اصل کی طرف واپس لوٹیں۔

اللہ تعالیٰ غور کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حمدِ باری تعالیٰ و نعت رسول پاک ﷺ

فتنے ہوں، مصائب ہوں، مسائل ہوں کہ غم ہوں — ہر دور میں ، ہر لمحہ ضرورت ہے خدا کی
ممکن نہیں جو کام وہ کر دیتا ہے ممکن — عاجز ہو جہاں عقل وہ قدرت ہے خدا کی
کب آئے گا آخر کسی خُود کش کی سمجھ میں — انسان کی ہر سانس امانت ہے خدا کی
باہر نہیں اس ذات کی حد سے کوئی سرحد — کونین کی وسعت پہ حکومت ہے خدا کی
قائم ہے زمانے میں سراج اپنی جو عزت — صدقہ ہے محمد ﷺ کا، عنایت ہے خدا کی

سراج الدین سید

نعت رسول مقبول ﷺ

اپنے دامانِ شفاعت میں چھپائے رکھنا — میرے سرکار ﷺ میری بات بنائے رکھنا
میں نے مانا کہ نکما ہوں مگر آپ کا ہوں — مجھ نکمے کو بھی سرکار ﷺ نبھائے رکھنا
کسی منصب کا طلب گار ہوں نہ دنیا کا — خاک ہوں میں مجھے قدموں سے لگائے رکھنا
آپ کی یاد سے آباد ہوا دل میرا — بندہ پرور میری ہستی کو بسائے رکھنا
آپ یاد آئیں تو پھر نہ یاد آئے کوئی — غیر کی یاد میرے دل سے بھلائے رکھنا
شاید اس راہ سے خالد میرے آقا ﷺ گزریں — اپنی پلکوں کو سر راہ بچھائے رکھنا

خالد محمود خالد نقشبندی

ملفوظاتِ صدر مؤسس انجمن خدام القرآن، کراچی

گمراہی کا اصل سبب

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اس وقت اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت کی اصل گمراہی کیا ہے؟ یہ کہ لوگ قانونی اسلام اور حقیقی اسلام یا حقیقی ایمان کو ایک سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب ہم مسلمان ہیں تو مؤمن بھی ہیں۔ یہی حماقت اور مغالطہ ہے۔ مسلمان ہونا اور شے ہے، مؤمن ہونا اور شے ہے۔ ہم چونکہ قانوناً مسلمان ہیں لہٰذا مغالطہ ہوگیا ہے کہ ہم مؤمن ہیں۔ ہماری ساری بے عملی اور بد عملی کا سبب یہی مغالطہ ہے اور اس پر ہمیں تشویش اس لیے نہیں ہوتی کہ ہم اس زعم میں ہیں کہ ہم بہر حال کلمہ گو ہیں، مسلمان ہیں، اور جب ہم مسلمان ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہلِ ایمان کے ساتھ جو وعدے کیے ہیں وہ ہمارے ساتھ بھی پورے ہوں گے۔ یہ اصل مغالطہ ہے جس کا ہم شکار ہیں۔ قانونی اسلام کا تعلق حقیقی ایمان کے ساتھ جوڑ دینا غلط ہے۔ قانونی اسلام کا تعلق قانونی ایمان کے ساتھ جڑے گا، حقیقی ایمان کے ساتھ نہیں۔ اس وقت اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت کی گمراہی کا اصل سبب یہی ہے کہ قانونی اسلام کو یا قانونی ایمان کو حقیقی اسلام یا حقیقی ایمان سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں اہلِ ایمان کے ساتھ جو وعدے بھی ہیں وہ حقیقی مؤمنین کے ساتھ ہیں۔

اس حقیقی ایمان کے اثرات و ثمرات اور آثار قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سب سے جامع مقام سورۃ الحجرات کی آخری آیات ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

"مؤمن تو صرف وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر شک میں ہر گز نہیں پڑے، اور انھوں نے جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں، صرف یہی لوگ (اپنے دعوائے ایمان میں) سچے ہیں۔"

(بسلسلہ اربعین نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خطابِ جمعہ، 15 جون 2007)

اقتباس نگرانِ انجمن خدام القرآن، کراچی

انسان کی اصل فکر، فکر آخرت ہے

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

اصل میں انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے جہاں ہمیشہ رہنا ہے لیکن دنیا کے مال کے لیے، اپنی اولاد کے لیے، دنیا کی خواہش کے لیے انسان آخرت کا نقصان کر جاتا ہے۔ امانت میں خیانت کرجاتا ہے، کرپشن، چوری، ظلم، ناانصافی کر بیٹھتا ہے۔ البتہ مال حلال سے کمایا جائے، جائز طریقے سے خرچ کیا جائے تو ثواب ملے گا، راہِ خدا میں خرچ کیا جائے تو اجر بڑھتا چلا جائے گا۔ اولاد کی جائز طریقے پر کفالت کریں تو ثواب ملے گا اور جو حرام کمائے گا گناہ پائے گا۔ اولاد کو کھلائیں پلائیں، اس کی کفالت کریں لیکن اس سے پہلے اللہ کا بندہ تو بنائیں، اللہ کے رسول ﷺ کا امتی بنائیں تو یہ اولاد ہمارے لیے صدقہ جاریہ بن جائے گی۔ لیکن کئی مرتبہ اسی اولاد کی جائز ناجائز فرمائشوں کی وجہ سے لوگ حرام میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اللہ کے حقوق پامال کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کی تعلیم کو پامال کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی آخرت برباد کرلیتے ہیں۔

آخرت کا یقین ایسی شے ہے جو ہمیں سیدھے راستے پر رکھے گی، یہی چیز ہمیں دنیا میں قناعت کرنے پر آمادہ رکھے گی، آخرت کا عقیدہ جس قدر پختہ ہوگا اُتنا ہی ہم امانت کی پاسداری کریں گے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے وفاداری نبھائیں گے تو آخرت میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(11 نومبر 2022ء خطابِ جمعہ، جامع مسجد القرآن، قرآن اکیڈمی DHA کراچی)

حکمت و دانش

احترام آدمیت

آدمی کا مقام آسمانوں سے بھی بلند و بالا ہے۔ وہ خالق کائنات کے بعد عالمِ وجود کی سب سے برتر اور سب سے محترم ہستی ہے۔ اس لیے آدمی کا احترام اور انسانیت کی تکریم ہی تہذیب کی اصل بنیاد ہے۔ جس تہذیب کی اساس احترام آدمیت پر نہیں ہے وہ تہذیب نہیں تعذیب ہے۔ تہذیب ظاہری امور کا نام نہیں، وہ داخلی رویے کا نام ہے، وہ رویہ جو انسانوں کے دلی احترام، انسانوں کے مابین مساوات اور انسانوں کے درمیان اخوت پر مبنی ہو۔ جس تہذیب میں یہ عناصر شامل ہوں گے وہ تہذیب انسانی تہذیب کہلانے کی مستحق ہے۔ ورنہ جہاں کالے اور گورے رنگ کی تفریق ہو، جہاں برہمن اور شودر برابر نہ ہوں، جہاں نسل کی بنیاد پر امتیازات برتے جاتے ہوں وہاں مظاہر ہی کو تہذیب سمجھا جاتا ہے، ایسی تہذیب کا انسانیت سے کوئی واسطہ نہیں ہوسکتا۔

اسلامی تہذیب یا بہ الفاظِ دیگر عالمِ قرآنی کی تہذیب، احترام آدمیت کی بنیاد پر ہی قائم ہوسکتی ہے۔ احترامِ آدم، نعرہ لگانے کی چیز نہیں بلکہ عملاً کر کے دکھانے کی چیز ہے۔ احترامِ آدم کے لیے انسانوں کی مساوات اور ان کے مابین اخوت کا قیام ناگزیر ہے۔ اخوت و مساوات کے لیے وحدتِ آدم پر ایمان ضروری ہے، جو وحدتِ الٰہ کا لازمی اور حقیقی نتیجہ ہے۔

سنہرے بول

*مثبت اندازِ فکر اپنائیے *پرسکون رہیے *پر امید رہیے *توکل کیجیے * مضبوط قوتِ ارادی اور مستقل مزاجی سے کام کیجیے *جاگتے رہیے اور ہوشیار رہیے *لوگوں کی باتوں میں نہ آیئے اور معاملات میں محتاط رویہ اختیار کیجیے *نصب العین اور مقاصد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیے اور اپنے رویے اور مزاج کو نصب العین کے تقاضوں کے مطابق بنایئے *جہدِ مسلسل کیجیے اور آگے بڑھنے کے جذبے کو برقرار رکھیے *جب آپ دوسروں کی امداد کریں گے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ تعاون کریں گے * جذباتی پن، غصے اور ردِ عمل کے رویے پر قابو رکھیے *بہت جلدی ناراض مت ہوں، اگر ناراض ہونے کی عادت ہے تو جلدی سے خوش بھی ہوجایئے کہ یہ اچھی علامت ہے *تصوراتی زندگی مت گزاریں، اس دنیا میں رہ کر ہی آخرت بنانی ہے * سب لوگ آپ کے مطلوبہ معیار کے نہیں ملیں گے *نتائج کو ذہن میں رکھیں، درحقیقت انجام آخرت پیش نظر رکھیں *صبر و تحمل اور علم سے کام لیجیے *نعمت ایک جنگلی جانور ہے اسے شکر کی زنجیروں سے باندھ کر رکھیے *استقامت اور باقاعدگی کا رویہ رکھیے *قیامت میں پیشی سے پہلے اپنے معاملات کا جائزہ لے کر شاہراہ آخرت کے لیے اپنے بوجھ کو ہلکا کیجیے۔

بشیر جمعہ

تاجِ رسالت کے انمول نگینے

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

محمد ارشد

(استاذ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد)

اللہ کے نبی کریم ﷺ کو دعوت توحید دیتے تقریباً چھ سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور شرک کے علمبرداروں کی طرف سے بھی بات زبانی طنز و استہزا اور کردار کشی سے آگے بڑھ کر بدترین تشدد تک پہنچ چکی تھی ان حالات میں ایک دن عمر بن خطاب فیصلہ کرتے ہیں کہ اس آئے دن کے جھگڑے کو ایک ہی بار نمٹا دیا جائے چنانچہ ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر ایک غیض کے عالم میں اللہ کے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلتے ہیں راستے میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی ہے جو عمر کے غضبناک انداز سے سمجھ جاتے ہیں کہ معاملہ اہم ہے پوچھتے ہیں : اے ابن خطاب! کیا معاملہ ہے یہ ہاتھ میں ننگی تلوار کیوں ؟ عمر انتہائی غضبناک آواز میں جواب دیتے ہیں کہ "آج محمد کا قصہ پاک کر دوں گا کہ اس نے اپنے نئے دین سے قریش کو فتنہ وفساد اور تفرقہ وانتشار میں بتلا کر دیا ہے۔ بھائی کو بھائی سے اور اولاد کو ماں باپ سے جدا کر دیا ہے اور ہمارے معبودوں کو غلط اور ہمارے آباء واجداد کو گمراہ ٹھہراتا ہے۔ نعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عمر پہلے اپنے گھر کی خبر لو تمہاری بہن اور بہنوئی محمد ﷺ کا دین قبول کر چکے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ عمر انتہائی طیش کے عالم میں پلٹتے ہیں اور بہن کے گھر پہنچ جاتے ہیں دروازے پر زور سے دستک دیتے ہیں اندر سے زنانہ آواز میں پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے ؟ عمر کہتے ہیں دروازہ کھولو میں عمر ہوں دروازہ تھوڑا سا کھلتا ہے اور ایک خوبصورت چہرے والی باوقار نوجوان خاتون باہر آتی ہیں۔ ایک طیش کے عالم میں عمر خاتون کو دھکا دے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں اندر ایک دراز قامت اور گندمی رنگت والا باوقار نوجوان بھی موجود ہے عمر کو اس حال میں دیکھ کر اس نوجوان کے چہرے پر لمحہ بھر کے لیے گھبراہٹ طاری ہوتی ہے لیکن فوراً ہی نوجوان پر سکون ہو جاتا ہے عمر سیدھا اس کی طرف بڑھتے ہیں اور گریبان سے پکڑ کر دھاڑتے ہیں، میں نے اندر سے کچھ پڑھنے کی آوازیں سنی ہیں کیا پڑھ رہے تھے تم لوگ ؟ نوجوان نے جواباً کہا کچھ نہیں۔ عمر کے طیش میں اور اضافہ ہوتا ہے کہتے ہیں سچ بتاؤ میں نے خود سنا ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ تم لوگ بھی بے دین ہو گئے ہو اور اس کے بعد عمر اس نوجوان پر تھپڑوں اور گھونسوں کی بارش کر دیتے ہیں اس بہیمانہ تشدد سے نوجوان کا سر پھٹ جاتا ہے اور وہ اپنے ہی خون میں نہا جاتا ہے۔ صحت مند اور قوی الجثہ نوجوان اگر چاہتا تو اس تشدد کا جواب دے سکتا تھا یا اپنا دفاع کر سکتا تھا مگر اس نوجوان نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ابھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف زبان سے کلمہ توحید کا ورد جاری رہا، اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔ یہ سن کر عمر کے غیض میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور تشدد میں مزید شدت آجاتی ہے۔

نوجوان خاتون جو تشدد کا نشانہ بننے والے نوجوان کی اہلیہ ہے اپنے شوہر کو بچانے کے لیے آگے بڑھتی ہے لیکن وہ بھی عمر کے ہاتھوں بری طرح پٹ جاتی ہے لیکن کمال استقامت سے عمر کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے عمر اب جو تم سے ہو سکتا ہے کر لو اب اسلام ہمارے دلوں سے نہیں نکل سکتا ایک خاتون اور یہ عزیمت! عمر کا دل پسیج جاتا ہے دل میں کچھ ملال کی کیفیت بھی پیدا ہوئی، کہا کہ اچھا جو تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ میں بھی پڑھ کر دیکھوں کہ کیا چیز ہے جو لوگوں کو محمد ﷺ کا دیوانہ کر رہی ہے۔ خاتون جواب میں کہتی ہے کہ حالت ناپاکی میں اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے اگر پڑھنا ہے تو پہلے غسل کر کے پاکی حاصل

کرو غرض عمر غسل کرتے ہیں اور خاتون کلام پاک کے اجزا عمر کے سامنے لا کر رکھتی ہے ۔ عمر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے سورہ طٰہٰ کا آغاز کرتے ہیں اور ایک ایک لفظ عمر کے دل و دماغ میں ایک عجیب ہلچل پیدا کرتا چلا جاتا ہے ۔ کفر و شرک کی تاریکی سیماب پا ہوتی چلی گئی ۔ چہرے کی رنگت اور دل کی کیفیت بدلتی چلی گئی جب اس آیہ کریمہ پر پہنچے :اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ۔ ۔ پر پہنچے تو بے اختیار پکار اٹھے سبحان اللہ کیا حسین کلام ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۔ اس واقعہ سے صرف ایک دن پہلے اللہ کے نبی مکرم ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عمرو بن ہشام اور عمر بن الخطاب میں جو تجھے پسند ہو اس کے ذریعہ اسلام کو تقویت عطا فرما ۔ عمرو بن ہشام تو ابو جہل بن کر رہا لیکن عمر بن الخطاب کو اللہ نے فاروق اعظم بنا دیا ۔

اللہ کی راہ میں عمر ؓ کے ہاتھوں تشدد برداشت کرنے والے یہ نوجوان میاں بیوی تھے سیدنا عمر ؓ کے بہنوئی سعید بن زید ؓ جو کہ عشرہ بشرہ کے آخری بزرگ ہیں اور عشرہ بشرہ کی روایت کے راوی بھی ہیں ۔ ان کے والد زید بن عمرو موحد تھے جن کی شان یہ ہے کہ قیامت کے دن تن تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھیں گے ۔ اور ان کی اہلیہ فاطمہ بنت خطاب سیدنا عمر ؓ کی بہن تھیں ۔ حضرت سعید ؓ قبیلہ بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے آپ ؓ کی کنیت ابوالاعور تھی ان کے والد زید بن عمر وا پنے زمانے کے دین ابراہیمی کے واحد موحد تھے جو نہ بتوں کی پوجا کرتے تھے نہ ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے اللہ کے نبی کریم ﷺ نے ان کو ظہور نبوت سے قبل دیکھا تھا زندگی بھر دین حق کی تلاش میں سرگرداں رہے لیکن مقصد کے حصول میں ناکام رہے تو اللہ کو گواہ بنا کر کہتے تھے ۔ "اے اللہ گواہ رہنا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں "اگر زید اللہ کے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پاتے تو یقیناً ایمان لاتے لیکن نبی کریم ﷺ پر ظہور نبوت سے قبل ہی زید کو قتل کر دیا گیا ۔ وہ کہا کرتے تھے "میں اس نبی کا منتظر ہوں جو بنی اسماعیل سے ہوگا "زید کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "اللہ زید کی مغفرت کرے وہ دین ابراہیمی پر مرے اور قیامت میں تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھیں گے ۔ زید تو نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی حسرت دل میں لیے اللہ کے پاس پہنچ گئے لیکن سعید الفطرت باپ کے سعید الفطرت بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت عطا فرمائی ۔ سعید ؓ سابقون الاولون میں سے ہیں جو اس وقت اسلام لائے جب کہ مسلمان بڑی قلیل تعداد میں تھے اور کمزوری کی حالت یہ تھی کہ اعلانیہ اپنے اسلام کا اظہار کرتے بھی ہچکچاتے تھے ۔ مکہ میں دوسرے اہل ایمان کی طرح آپ ؓ نے بھی سختیاں جھیلیں ۔ زوجہ محترمہ کے ساتھ ہجرت کی ، مدینہ میں نبی کریم ﷺ نے آپ ؓ کی مواخاۃ رافع بن مالک ؓ سے قائم کی جو مدینہ کے ان آٹھ خوش نصیبوں میں سے تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے ۔ حضرت سعید ؓ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور استقامت و پامردی اور شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے ۔ غزوہ بدر سے قبل اللہ کے نبی کریم ﷺ نے حضرت طلحہ ؓ کے ساتھ آپ ؓ کو قافلہ قریش کا پتہ لگانے بھیجا تھا جب یہ دونوں واپس آئے تو نبی کریم ﷺ بدر سے لوٹ رہے تھے ۔ نبی کریم ﷺ نے مال غنیمت میں دونوں کو حصہ عنایت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جہاد کا ثواب بھی ملے گا گویا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت طلحہ ؓ اور حضرت زید ؓ کو بدری صحابہ میں شامل فرمایا ۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ؓ خلفاء راشدین کے ساتھ مکمل تعاون کرتے رہے اور جو خدمت آپ ؓ کے سپرد کی گئی اسے بحسن و خوبی ادا کرتے رہے ۔ آپ ؓ کے بارے میں زیادہ تفاصیل تاریخ میں ملتی نہیں ہیں غالباً اس کی وجہ آپ ؓ کی نمود و نمائش اور جاہ طلبی سے دوری تھی ۔ آپ ؓ بغض و افتراق سے بچتے رہے ، تمام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی آپ ؓ کی سیرت کا نمایاں پہلو ہے ۔ علم و فضل کے لحاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ممتاز تھے ، عاجزی و انکساری طبیعت کا خاصہ تھی ، اہل بدر واحد کے برابر آپ ؓ کا وظیفہ تھا ۔ طمع سے پاک اور قناعت پسند تھے ۔ آپ ؓ مستجاب الدعوات تھے بنی امیہ کے زمانے میں ایک عورت نے آپ ؓ پر تہمت لگائی کہ آپ ؓ نے اس کی زمین زبردستی ہتھیالی ہے آپ ؓ اس زمین سے دستبردار تو ہو گئے لیکن بد دعا دی کہ اللہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اندھی ہو جائے اور اسی زمین میں اس کو موت آئے اور مسلمانوں پر میرا حق ظاہر ہو جائے ۔ اللہ نے اپنے نیک بندے کی دعا قبول کی اور اس عورت کا وہ ہی انجام ہوا جو بد دعا آپ ؓ نے کی تھی ۔ حضرت سعید ؓ سے اڑتالیس احادیث مروی ہیں جن میں عشرہ بشرہ والی حدیث بھی شامل ہے ۔ ۵۰ یا ۵۱ ہجری میں بروز جمعہ آپ ؓ نے وفات پائی ۔ مدینہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ نماز جمعہ کی تیاری کر رہے تھے کہ انھیں حضرت سعید ؓ کے انتقال کی خبر ملی آپ ؓ نے نماز جمعہ ترک کی اور عقیق تشریف لے گئے عقیق سے میت مدینہ لائی گئی حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے غسل دیا اور حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ نے حنوط ملا اور نماز جنازہ پڑھائی ۔ حضرت سعد ؓ اور حضرت عبد اللہ ؓ نے لحد میں اتارا ۔ وفات کے وقت عمر مبارک تقریباً اسی برس تھی ۔

احیائے سنت کی اہمیت

مفتی امان اللہ خان قائم خانی

(استاذ و مسئول شعبہ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی یٰسین آباد)

خالق کائنات رب ذوالجلال نے اس دنیا میں انسان کو ایک بڑے مقصد کے لیے بھیجا، وہ بڑا مقصد یہ تھا کہ یہ انسان اپنے رب ہی کے سامنے نیاز و عاجزی بجا لائے۔ اسی کی رضا کا طالب رہے۔ الغرض اس کی زندگی کا منشور و نصب العین اپنے رب کی عبادت ٹھہرا۔ پھر اس راہ کی طلب میں بھی اس رب نے اپنے بندے کو بے مہار سرگرداں نہیں چھوڑا کہ جہاں اور جیسے چاہے وہ اپنے گمان کے مطابق اپنے رب کے تقرب کے لیے جو چاہے کرتا پھرے۔ بلکہ اسے اعضا دیے، کان، ناک، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں دیے۔ حواس ظاہرہ سے اسے مزین کرنے کے بعد حواس باطنہ میں بھی بے شمار انعامات سے نوازا۔ بصارت عطا کی تو بصیرت سے بھی عاری نہیں چھوڑا، احساس دیا تو فہم و عقل اور نظر و فکر سے بھی محروم نہ رکھا۔ یہ ساری نعمتیں دے کر بھی بس نہ فرمایا بلکہ انسان کے نفس میں اپنی نشانیاں ودیعت کر دیں۔ اس کے ماحول میں جا بجا اپنی قدرت و خلاقی کے دلائل سمو دیے، مظاہر فطرت کو اپنی تجلیات سے منور کر دیا۔ تاکہ یہ انسان اپنے مالک تک پہنچنے میں اس کی جستجو میں کسی نادانستہ خطا کا شکار نہ ہو جائے۔ اپنے مالک کو، اس کی قدرت کو، اس کی کاریگری کو اور اس کے افعال کو خوب پہچان لے۔

اپنے مالک کو پہچاننے کے بعد اس کی رضا کیسے حاصل ہو، اس کا تقرب کیونکر ملے، اس سے محبت کے تمام تر تقاضوں کو کس طرح پہچانے۔ وہ کیسے جانے گا اس کا مالک اس سے چاہتا کیا ہے، اس مقصد کے لیے بھی رب ذوالجلال نے انسان کی راہنمائی کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً اپنے نبیوں کو اس دنیا میں بھیجا جنھوں نے نہ صرف انسانوں کو ان کا اصل مقصد یاد دلایا بلکہ اس منزل کے بارے میں اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعے انسان کی تفصیلی راہنمائی بھی فرمائی۔ چنانچہ قرآن کریم میں جا بجا اللہ کے ساتھ رسول کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ ان تمام آیات کا اس مختصر مضمون میں احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں۔ تفصیل دوسرے مقامات پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ یہاں صرف ایک آیت پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ ۔ (سورۃ الاحزاب: 21) یعنی اللہ کے رسول میں تمہارے لیے (پیروی کا) بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو، اور اللہ کا خوب ذکر کرتا ہو۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہی ہے جسے ہم سنت کے نام سے جانتے ہیں۔ جو شریعت میں قرآن کے بعد دوسرا بڑا اور اہم ماخذ ہے۔

احیائے سنت کیا ہے؟:

رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر کو اصطلاح شریعت میں سنت کہتے ہیں۔ راہ ہدایت پر چلنے کے لیے جہاں کتاب اللہ کی پیروی ضروری ہے وہیں سنت رسول ﷺ کو تھامنا بھی از حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۔ (سورۃ آل عمران: 31) یعنی فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔ اللہ کی محبت و اطاعت کا تمام تر تقاضا یہ ہے

کہ اس کے رسول کی اتباع کی جائے۔ اسی سے اللہ کی محبت بھی حاصل ہوگی اور اسی پر اس کی بخشش کا دارومدار بھی ہے۔ کیا خوب شعر ہے:

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اسی کے ضمن میں علامہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ کا ایک واقعہ بہت اہم ہے۔ ان کا ایک دیرینہ مرید ایک بار خانقاہ سے جاتے ہوئے کافی مایوس دکھائی دیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ نے اس مرید سے اس مایوسی کی وجہ دریافت فرمائی تو مرید نے عرض کیا کہ حضرت پندرہ سال میں شب و روز آپ کی خدمت میں لگا رہا، میں نے اس دورانیے میں کبھی آپ کی کسی کرامت کا مشاہدہ نہیں کیا۔ (جو میری مایوسی کی وجہ ہے، چونکہ مرید کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ جو بھی ولی اللہ ہوتا ہے اس کے ہاتھ پر عجیب و غریب کرامات کا ظہور لازمی ہوتا ہے) اس گمان کے جواب میں حضرت جنید رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ کیا پندرہ سال کے اس دورانیے میں تم نے مجھ میں کوئی کام خلاف سنت دیکھا؟ مرید نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس پر حضرت فرمانے لگے کہ اب اس سے بڑھ کر تمہیں اور کون سی کرامت کا انتظار ہے؟ یعنی اگر تمہیں اس چیز پر دلی اطمینان نہیں تو اس کے علاوہ کوئی اور چیز ایسی ہے بھی نہیں جو میرا مطلوب یا منزل ہو۔ میں تو تمام تر معراج رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر عمل کرنے کو سمجھتا ہوں، خواہ کرامتیں میرے پاس ہوں یا نہ ہوں۔

سنت کی ضد بدعت ہے۔ یعنی جن معاملات میں ہماری راہنمائی کے لیے سنت نبوی میں ہدایات موجود ہیں انھیں نظر انداز کرتے ہوئے کوئی دوسری راہ اختیار کرنا بدعت کہلاتا ہے۔ جس کی آسان تعریف رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمائی کہ "جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسا معاملہ جاری کیا جو اس دین میں موجود نہیں وہ مردود ہے"۔ یعنی سنت اسے کہتے ہیں کہ دینی معاملات میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہدایات لی جائیں خواہ وہ قرآن کی تشریح ہی کیوں نہ ہو۔ اور بدعت اسے کہتے ہیں کہ دینی معاملات میں سنت رسول ﷺ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی طرف سے کسی چیز کا اضافہ کر کے اسے دین کا حصہ بنایا جائے۔

چنانچہ دور صحابہ کے اختتام پر اور اس زمانے کے بعد بھی جس قدر گمراہ عقائد اور نظریات کا ظہور ہوا، ان عقائد و نظریات کے حاملین کو بدعتی قرار دیا گیا، حالانکہ وہ اپنے اپنے مزعومات کی دلیل قرآن کی آیات سے فراہم کرتے تھے، ان کا زعم یہ تھا کہ قرآنی آیات جا بجا ہمارے عقائد کو ثابت کرتی ہیں۔ لیکن چونکہ انھوں نے ان آیات قرآنیہ کی تشریح سنت سے حاصل نہیں کی تھی بلکہ نری عقل کو تشریح کا مدار قرار دیا تھا اس لیے ایسے فرقوں کو دور صحابہ میں بھی فرقہ بتدعہ یا بدعتی کہا گیا اور آئندہ قرون میں بھی ان کے لیے یہی القابات استعمال ہوئے۔ ہاں ان کے مابین فرق بیان کرنے کے لیے انھیں خوارج، معتزلہ، قدریہ، جبریہ وغیرہ جیسے مختلف نام بھی دیے گئے مگر ان کے مقابلے میں جماعت اہل حق کو ہمیشہ اہل السنۃ والجماعۃ کہا گیا۔ معلوم ہوا کہ جس طرح روشنی کے مقابلے میں اندھیرا، بلندی کے مقابلے میں پستی، جہالت کے مقابلے میں علم اور حق کے مقابلے میں باطل ہوتا ہے اسی طرح سنت کے مقابلے میں بدعت ہوا کرتی ہے۔

حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِينِهِمْ إِلَّا نَزَعَ اللهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا، ثُمَّ لَمْ يُعِدْهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" یعنی جب بھی کوئی قوم اپنے دین میں کسی بدعت کو رائج کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مقابل سنت کو ان میں سے اٹھا لیتے ہیں، پھر ان میں وہ سنت تا قیامت (جب تک بدعت قائم ہے) نہیں لوٹائی جاتی۔

احیائے سنت سے کیا مراد ہے:

چنانچہ حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے احیائے سنت کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ جب کوئی سنت ختم ہو جائے اور بدعت اس کی جگہ لے لے، وہاں بدعت کا قلع قمع کرتے ہوئے سنت نبوی پر عمل کرنا یا اسے رائج کرنا احیائے سنت کہلاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے احیائے سنت سے متعلق ارشاد فرمایا: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بَعْدِي، فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنَ النَّاسِ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ من أجورهم شَيْئًا، وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللهُ وَرَسُولُهُ، فَإِنَّ عَلَيْهِ إِثْمُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِ النَّاسِ شَيْئًا"۔ جس نے میری ایسی سنت کو زندہ کیا جس پر میرے بعد عمل ختم ہو چکا تھا اس شخص کو تمام عمل کرنے والے لوگوں کے برابر اجر ملے گا اور اس شخص کے اجر کی وجہ سے ان لوگوں کے اعمال نامے میں بھی کمی نہیں ہوگی، اسی طرح جس شخص نے گمراہی اور

بدعت رائج کی جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہ ہو تو اس کے لیے اس بدعت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے گناہوں جتنا گناہ ہوگا، اور یہ گناہ ان عمل کرنے والے لوگوں سے بھی ہلکا نہ ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ، فَافْعَلْ"، ثُمَّ قَالَ لِي: "يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي، وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ معي في الجنّة". یعنی اے بیٹے اگر تمہارے لیے ممکن ہو کہ تم اپنی صبح وشام اس حالت میں کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے لیے کینہ نہ ہو تو ایسا ضرور کرو۔ اور پھر فرمایا کہ بیٹے یہ میری سنت ہے اور جس شخص نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

ایک حدیث ہے: "اَلْقَائِم بِسنتي عِنْد فَسَاد أمتي لَهُ أجر مائَة شَهِيد". یعنی میری امت کے فساد کے وقت جو شخص میری سنت پر قائم رہے اسے سو شہیدوں کے برابر ثواب ہوگا۔

اسی طرح فرمایا: "إِنِّي قَدْ خَلَّفْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا أَبَدًا مَا أَخَذْتُمْ بِهِمَا وَعَمِلْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَى الْحَوْضِ". یعنی میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انھیں چمٹے رہو اور ان پر عمل کرتے رہو تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت۔ یہ دونوں چیزیں (ہمیشہ ساتھ رہیں گی اور) ہرگز جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر بھی ساتھ آئیں گی۔

احیائے سنت کی اس قدر اہمیت کی بناء پر ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "أنك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا أني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبّلك ما قبّلتك." یعنی تو ایک ایسا پتھر ہے جو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بوسہ دے رہے ہیں تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "وَاللهِ إِنِّي لَوْلَا أَنْ أُنْعِشَ سُنَّةً قَدْ أُمِيتَتْ، أو أميت بدعة قد أحييت، ما أحببت أَنْ أَعِيشَ فِيكُمْ فُوَاقاً." یعنی اللہ کی قسم اگر میں کسی ترک کردہ سنت کو زندہ یا جاری کردہ بدعت کو ختم نہ کروں تو میں اس دنیا میں ایک لمحے بھی جینا نہیں چاہتا۔

باطل کی مزاحمت اور اسلام پر حملوں میں سنت کا ہدف:

جب یہ بات طے تھی کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم استقامت واستدلال کے اعتبار سے دین کا رکن رکین اور حبل متین ہے جو اسے مضبوطی سے تھام لے اسے گمراہ کرنا شیطان کے بس کی بات نہ تھی۔ اسی لیے باطل نے جب بھی حق کے درمیان اپنا غلغلہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو اسے اپنے خلاف حق کا اہم ترین دفاع سنت رسول ہی مقابل میں دکھائی دیا، باطل کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ سنت رسول کے ہوتے ہوئے اپنی جڑیں قائم کرے یا معاشرے میں پنپنے پائے۔ چنانچہ لازماً ہر قسم کے باطل کا اولین ہدف دین اسلام میں سنت رسول ہی رہا۔ اسی خطرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا ألفينّ أحدكم متكئا على أريكته يأتيه الأمر من أمري ممّا أمرت به أو نهيت عنه فيقول: لا أدري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه." یعنی میں تم میں سے کسی کو اس طرح نہ پاؤں کہ وہ اپنے بچھونے کو تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میری سنت کو پیش کیا جائے جس میں میں نے کسی شے کا حکم دیا ہو یا کسی شے سے منع کیا ہو، اور وہ جواب میں یوں کہے کہ میں اس (سنت) کو نہیں جانتا، ہم تو اللہ کی کتاب میں جو پائیں گے اسی کو مانیں گے۔ یعنی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اس امت میں برپا ہونے والے فتنوں کی جڑ کی طرف اشارہ فرما دیا کہ میری امت میں باطل کی ابتدا میری سنت پر حملے سے ہی ہوگی۔

چنانچہ دفاع سنت میں شہرۂ آفاق تصنیف "السنة و مكانتها فی التشريع الاسلامی" کے مصنف شیخ مصطفیٰ حسن السباعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اسلامی احکام کے مصادر تمام مسلمانوں کے نزدیک متعمد اور محفوظ ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سنت مطہرہ ان مصادر میں سے دوسرے نمبر پر ہے، جو فروع کے اعتبار سے وسیع تر اور الفاظ کے اعتبار سے محفوظ تر اور وسعت کے لحاظ سے وسیع تر ہے، کیونکہ اللہ کی کتاب احکامات میں تشریعی قواعد عامہ اور احکام کلیہ کا احاطہ کرتی ہے، اور کتاب اللہ اسی بنا پر ایک ہمیشہ قائم رہنے والی کتاب بھی ہے۔ البتہ سنت کریمہ قواعد قرآنیہ کی تشریح کرتی ہے، اس کے الفاظ کے مطالب بیان کرتی ہے، اس کی کلیات پر جزئیات کی تفریع کرتی ہے۔ یہ بات سنت مطہرہ کا ہر طالب علم بخوبی جانتا اور سمجھتا ہے۔ اسی لیے علمائے اہل

سنت کو احکام شریعت کے لیے سنت مطہرہ پر اعتماد کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہیں کیونکہ وہ رونما ہونے والے تمام تر معاملات میں قرآن کے احکام کلیہ کو سنت ہی کے ذریعے منطبق کرسکتے ہیں۔ اسی بنا پر بسا اوقات سنت مطہرہ نے ایسے فرقوں کے وساوس اور شبہات سے بھرپور حملوں کا سامنا بھی کیا جن کا دفاع کرنے والے ان شبہات کا مکمل جواب بھی نہ پاتے تھے، جیسا کہ اس زمانے میں بھی کچھ متعصب مستشرقین سنت مطہرہ کو داغدار کرنے کے چکر میں ہیں جو عالمی استعمار کے لیے کام کرتے ہیں، تاکہ فتنہ پھیلا سکیں اور تشریع اسلامی کے اس مضبوط رکن کو منہدم کرسکیں۔ حتیٰ کہ ہماری طرف کے بعض لوگوں نے بھی ان کی اقتدا کرتے ہوئے ان کے شبہات کو برحق سمجھا کیونکہ وہ مستشرقین اپنے شکوک و شبہات کو بظاہر بہت بڑے بڑے علمی دلائل سے مزین کرتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے وہ دلائل و شبہات واضح اور منصفانہ تنقید کے مقابلے میں ذرہ برابر نہیں ٹھہر سکتے۔ (مقدمۃ «السنۃ ومکانتہا للسباعی» ص: 9)

دیکھیں شیخ مصطفیٰ حسن رحمۃ اللہ کے بقول بھی چونکہ سنت اسلامی احکام کا تفصیلی ماخذ ہے، اس لیے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا خواب دیکھنے والے لوگ سب سے پہلے اسی جڑ پر وار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک طرف سنت مطہرہ کے خلاف اہل باطل کی یہ چیرہ دستیاں اور دوسری طرف اسلام کے دفاع کے لیے حفاظت و احیائے سنت کی اہمیت، دونوں چیزیں درج بالا آپ کے سامنے رکھی گئیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں مدد کی۔

کیا یہ اسلامی ہدایات ہم پر اس دور میں کوئی ذمہ داری عائد نہیں کرتیں؟ غور کریں، نظر دوڑائیں کہاں کہاں سنت کو ختم کرکے بدعات رائج کی گئیں؟ نظریں لوٹ کر آتی ہیں تو سوائے کف افسوس ملنے کے اور کوئی چارۂ کار نہیں رہتا، کیونکہ یہ معاملہ ہماری نئی نسل میں ایک، دو یا چیدہ چیدہ بعض مقامات میں نہیں بلکہ پیدائش سے لے کر موت تک ہمارے معاشرے میں ظہور پذیر ہونے والے تمام تر معاملات میں ہم نے اپنی نبی کے پیارے اسوہ کو پس پشت ڈالا۔ خواہ وہ معاملہ اپنے بچوں کی تربیت کا ہو یا ان کی تعلیم کا، ہمیں اپنے بچوں کی نہ اسلامی تربیت سے کوئی سروکار ہے اور نہ ہی اسلامی تعلیم سے۔ بس ساری کی ساری توجہ اسی طرف ہے جہاں معاشرے کی للچائی ہوئی نظریں ٹکی ہوئی ہیں کہ انھیں مغربی اخلاق اور مغربی تعلیم و فنون سے خوب آراستہ کیا جائے تاکہ کل کو دنیاوی اعتبار سے ایک اچھا اسٹیٹس بن جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ طریقہ بتایا کہ اسے سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو، دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر اسے سزا دو، یعنی تربیت میں اسلامی کردار سازی پر خصوصی توجہ کی ہدایت دی تھی۔ اس سے آگے بڑھ کر ہماری شادیاں ہوں یا خوشی غمی کی کوئی بھی تقریب، ہر جگہ ہمارا کوئی بھی عمل سنت مطہرہ سے ہم آہنگ نہیں۔ دلہن والوں پر ظلم، جہیز کا ظالمانہ بوجھ، ان سے طرح طرح کے مطالبے کیا یہ سنت مطہرہ کے مطابق ہے؟ ایک قدم اور آگے بڑھیے، دنیاوی معاملات سے صرف نظر کرتے ہوئے ہماری عبادات پر نظر دوڑائیے! کیا اجتماعی نظم و حکومت اور مالی معاملات میں ہم اسوہ حسنہ پر گامزن ہیں یا بدعات پر، حب رسول کے معاملے میں ہماری تمام تر مستیاں اور شور شرابہ اسوہ حسنہ کے مطابق ہے یا سراسر بدعت؟ حمد و نعت کو گانوں کی طرح ملا کر پڑھنے میں ہم کس ڈگر پر ہیں؟ سوشل میڈیا یا دیگر جگھوں پر اپنی نیکیوں کی تشہیر کرکے ہم بدعات میں تو نہیں پڑ رہے؟ اسلام میں آسانیاں تلاش کرنے کے لیے ہمارے معاشرے میں رائج تصورات اور عقائد کیا سنت کے موافق ہیں؟

لہذا فرد ہونے کی حیثیت سے ہر فرد پر اور نظم اجتماعی کی حیثیت سے پورے اسلامی معاشرے پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم نے جو سنتیں اجتماعی طور پر ترک کیں ان پر اللہ کے حضور توبہ کریں اور ان سنتوں کا احیاء کریں، اور جو سنتیں انفرادی اعتبار سے ترک کیں انھیں انفرادی زندگی میں اپنائیں۔ اپنے معاشرے میں سنتوں کو رواج دیں۔ زندگی میں پیش آنے والے ہر ہر معاملے میں پہلے اسوۂ نبوی کو دیکھیں کہ وہاں سے کیا راہنمائی ملتی ہے۔ پھر قدم بقدم اسی اسوہ کی پیروی کریں۔

اپنے اپنے محدود دائرہ کار میں رہتے ہوئے اگر یہ ذمہ داری احسن طور پر سرانجام دے پائے تو یقیناً اللہ کے ہاں ہم بھی سو شہیدوں کے اجر کے مستحق ہوں گے۔ ورنہ یاد رکھیں کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

اللہ جل شانہ کے حضور دعا گو ہوں کہ ہم سب مسلمانوں کو اپنے حبیب کی مکمل پیروی کا عملی نمونہ بنا دے۔ آمین

******

کتاب

شاہنواز فاروقی

(چیف ایڈیٹر، روزنامہ جسارت، کراچی)

انسانی تاریخ کو دو ہی چیزوں نے تبدیل کیا ہے۔ ۱۔ کتاب ۲۔ اور انسانی شخصیت

دنیا کے سب سے بڑے انقلابی انسان انبیاء و مرسلین ہیں۔ لیکن تمام اولوالعزم انبیاء کی پشت پر کوئی نہ کوئی کتاب موجود ہے۔ خدا کے بعد رسول اکرم ﷺ کی سب سے زیادہ اچھی تعریف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے۔ آپ سے جب پوچھا گیا کہ رسول اکرم ﷺ کے اخلاق کیسے تھے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا۔ یعنی رسول اکرم ﷺ کے اخلاق ویسے ہی تھے جیسے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں بیان کیے گئے ہیں۔ ایک صوفی نے رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں ایک اچھی بات کہی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا کردار قرآن کے مطابق نہیں تھا بلکہ دراصل آپ ﷺ کی ذات مبارکہ قرآنی حقائق سے بنی ہوئی تھی۔ یعنی قرآنی حقائق رسول اکرم ﷺ کی ذات کے تعمیری عناصر یا Building Blocks ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ محمد بھی ہیں اور چلتا پھرتا قرآن بھی۔ اسلامی تہذیب کا بے مثال توازن قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ کے اسی تعلق کا حاصل ہے۔ عیسائیت کی تاریخ میں اصل اہمیت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل سے جدا کرلیا۔ چنانچہ عیسائیت کی تاریخ میں ایک ایسا عدم توازن در آیا جو مغرب میں عیسائیت کی بیخ کنی کا سبب بن گیا۔

کتاب کی اس اہمیت کا اثر غیر آسمانی کتب پر بھی پڑا ہے۔ یونانی فلسفے کی تاریخ عجیب و غریب ہے۔ سقراط کی شخصیت نے افلاطون پیدا کیا اور افلاطون کی کتابوں نے ارسطو کو جنم دیا۔ خود سقراط کی شخصیت الہامی دلچسپی کا مرکز صرف افلاطون ہے۔ افلاطون کی فکر کے بارے میں مغرب کے ممتاز فلسفی وائٹ ہڈ نے ایک عجیب بات کہی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ مغرب کا سارا فلسفہ افلاطون کی فکر پر ایک حاشیے کے سوا کچھ نہیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ ایک مبالغہ آمیز بیان ہے اور وہ غلط نہیں کہتے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ افلاطون کی فکر اتنی بڑی اور اتنی اہم ہے کہ اس کو بیان کرنے کے لیے مبالغے کا سہارا لینا ناگزیر ہے۔ ایسا ہی تبصرہ دیوان غالب کے بارے میں بھی کیا گیا ہے۔ عبدالرحمن بجنوری نے کہا ہے کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں۔ وید اور دیوان غالب۔ عبدالرحمن بجنوری کا یہ بیان بھی مبالغہ آمیز ہے مگر اس کے بغیر دیوان غالب کی اہمیت واضح نہیں ہو سکتی۔ مولانا روم کی شاعری غالب کی شاعری سے ہزار گنا بڑی ہے۔ اسی لیے مولانا کی شاعری کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ فارسی کا قرآن ہے۔ میر تقی میر کے دیوان کی عظمت کو اردو کے تمام بڑے شاعروں نے تسلیم کیا ہے۔ ناسخ نے کہا ہے۔

ناسخ اپنا یہ عقیدہ ہے بقول غالب
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

سودا نے کہا ہے

سودا تو اس زمیں میں غزل در غزل ہی لکھ
ہونا ہے تجھ کو میرے استاد کی طرح

اور غالب نے اعتراف کیا ہے

ریختہ کے تم ہی استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

خود میر نے اپنے دیوان کے بارے میں کہا ہے

جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز
تا حشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا

میر کے اس شعر میں بھی مبالغہ ہے مگر ایسا مبالغہ جس کے بغیر میر کے دیوان کی اہمیت عیاں نہیں ہو سکتی۔ روس کے انقلاب کے سلسلے میں کارل مارکس کی کتاب داس کیپتال کی اہمیت عیاں ہے۔ اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ اقبال نے فرمایا ہے کہ مارکس پیغمبر تو نہیں ہے مگر اس کی بغل میں ایک کتاب ہے۔ چین کے انقلاب کے سلسلے میں ماؤ کی Red Book کی اہمیت واضح ہے۔ مولانا مودودی ؒ کی شخصیت کا بنیادی حوالہ بھی ایک کتاب یعنی تفہیم القرآن ہے۔ اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ مولانا سے ایک بار پوچھا گیا کہ آپ کی کون سی کتاب زندہ رہے گی تو مولانا نے فرمایا تفہیم القرآن۔ اقبال کی تاریخی اہمیت بھی ان کی انقلابی شاعری پر مبنی کتب کے حوالے سے ہے۔ اقبال کی کتب کے نام بھی انقلابی اور انبیاء کی یاد دلانے والے ہیں مثلاً ضرب کلیم، زبور عجم، کتاب کی اہمیت کسی اور پر کیا لیبیا کے سابق صدر کرنل معمر قذافی تک پر عیاں تھی۔ چنانچہ انہوں نے Red Book کی طرز پر ایک Green Book تیار کی ہوئی تھی۔ حالانکہ ان کی اس کتاب میں نہ کچھ Green جیسا تھا نہ کچھ Book جیسا تھا۔ کتاب کے بارے میں ہمیں یہ گفتگو اقبال کے اس مشہور زمانہ شعر تک پہنچا دیتی ہے جس کا حوالہ کتاب پر گفتگو کرتے ہوئے بار بار دیا جا سکتا ہے۔ اقبال نے کہا ہے۔

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

اقبال کے اس شعر میں تین اہم باتیں موجود ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا کی ساری ترقی کتاب کا حاصل ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اقبال مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں کہ تمہیں کتاب سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ تم کتاب سمجھنے والے نہیں رہے ہو۔ اس شعر کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اقبال مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں کہ تمہیں کتاب سے فیض نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ تم کتاب کو پڑھتے تو ہو مگر تم کتاب پڑھ کر ایک نئی کتاب تخلیق کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ کتاب کے ساتھ انسان کے تعلق کی کیا صورت ہے؟۔

اس سوال کا جواب واضح ہے۔ کتاب کے ساتھ انسان کے تعلق کی چار صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کتاب پڑھے، دوسری یہ کہ کتاب کو سمجھے، تیسری یہ کہ کتاب کو محسوس اور جذب کرے اور چوتھی یہ کہ کتاب کو پڑھ کر، جذب یا سقم کر کے کچھ نیا تخلیق کرے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان باتوں کا مفہوم کیا ہے؟ دنیا میں کتاب پڑھنے والوں کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو محض مشغلے یا وقت گزاری کے لیے کتاب پڑھتی ہے۔ بلاشبہ ایسے لوگ ان لوگوں سے بہت بہتر ہیں جو سرے سے کتاب پڑھتے ہی نہیں لیکن کتاب پڑھ کر وقت گزارنے سے وقت تو اچھا گزر جاتا ہے مگر اس مطالعے سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ضروری ہے کہ انسان کتاب کا سنجیدہ قاری بنے اور انسان سنجیدہ قاری اس وقت کہلاتا ہے جب کتاب کا مطالعہ اس کے وجود میں تقاضا بن جائے۔ وجودی تقاضے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو دن میں دو یا تین بار کھانا کھانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور کھانے کے وقت پر ہمیں بھوک لگتی ہے اور جب تک ہم کھانا نہ کھالیں مطمئن نہیں ہوتے۔ ٹھیک اسی طرح انسان کو "مطالعے کی بھوک" محسوس ہونی چاہیے اور جب تک وہ مطالعہ نہ کرلے اسے چین نہیں آنا چاہیے۔ کتاب کا سنجیدہ قاری ہونے کا ایک مفہوم کتاب کی نوعیت پر مطلع ہونا بھی ہے۔ بعض کتابیں چیونگم کی طرح ہوتی ہیں۔ ان میں نہ ذائقہ ہوتا ہے نہ غذائیت، بس انہیں کچھ دیر تک چبایا جا سکتا ہے۔ اور ان سے خیالات کے چھوٹے چھوٹے اور چند لمحوں تک باقی رہنے والے غبارے بنائے جا سکتے ہیں کہ کچھ کتابیں چاکلیٹ کی

طرح ہوتی ہیں۔ ان میں ذائقہ تو ہوتا ہے مگر نہ ان سے پیٹ بھرتا ہے اور نہ ضروری غذائی اجزا حاصل ہوتے ہیں۔ البتہ کچھ کتابیں ایسی ہوتی ہیں جن میں ذائقہ بھی ہوتا ہے۔ ان سے پیٹ بھی بھرتا ہے اور ان سے غذائیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن کتاب سے استفادے کے لیے صرف اسے پڑھنا کافی نہیں۔ اسے سمجھنا بھی ضروری ہے۔ کتاب کو سمجھنے کا مفہوم کتاب کے معنی اور اس کے ممکنات سے آگاہ ہونا ہے۔ اس سلسلے میں کتاب کو بار بار یا ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھنا مفید ہوتا ہے۔ اچھی کتاب کیا اچھے شعر کے سلسلے میں بھی یہ ہوتا ہے کہ کبھی اس کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے، کبھی اس کے بیان کے اسرار قاری پر عیاں ہوتے ہیں اور کبھی اس کے ہجے کی معنویت انسان پر آشکار ہوتی ہے۔ ہر اچھی کتاب خیال، تجزیے، مشاہدے اور معنی کا جغرافیہ ہوتی ہے۔ چنانچہ کتاب کو ایک جغرافیے کی طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ لیکن کتاب صرف سمجھنا ہی کافی نہیں۔ کتاب کے "معلوم" کو قاری کے "محسوس" میں تبدیل ہوجانا چاہیے۔ یعنی قاری کو لگے کہ اس نے صرف کتاب پڑھی ہی نہیں اسے بسر بھی کیا ہے۔ اس سلسلے میں کتاب کے بنیادی نکات کا حافظہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لاکھوں لوگ تجربے سے جانتے ہیں کہ غزل کے اشعار میں یاد رہ جانے کی غیر معمولی صلاحیت ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں کو غزل کے ہزاروں یا سیکڑوں اشعار یاد ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غزل کی شاعری ہمارے لیے صرف "معلوم" نہیں رہتی "محسوس" بھی بن جاتی ہے۔ نثر میں کسی کتاب کے بنیادی نکات بھی اگر انسان کے زندہ حافظے کا حصہ بن جائیں تو ان کا اثر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

جب کتاب کے ساتھ تعلق کی یہ تین صورتیں پیدا ہوجاتی ہیں تو انسان میں کتاب پڑھ کر کچھ نیا تخلیق کرنے کی صلاحیت از خود پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ ہر کتاب پڑھنے والا شاعر، ادیب یا مصنف بن جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص کتاب پڑھ کر اچھا قاری، اچھا مقرر، اچھی گفتگو کرنے والا، اچھا مضمون یا اچھا خط لکھنے والا بن جاتا ہے تو یہ بھی تخلیقی زندگی ہی کی ایک سطح ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ لوگ کتاب کیوں نہیں پڑھتے؟

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ کتاب پڑھنے کو ایک بور، بوجھل یا انتہائی سنجیدہ کام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کتاب میں کھیل ہے، تماشا ہے، مہم جوئی ہے، سنسنی خیزی ہے، لطف ہے۔ کتاب انسان کو ماضی میں لے جاسکتی ہے، کتاب انسان کو مستقبل میں داخل کرسکتی ہے، چاند تاروں کی سیر کراسکتی ہے، زمین کی تہوں میں سفر کراسکتی ہے، کتاب انسان کو عظیم انسانوں سے ملاتی ہے، یہاں تک کہ کتاب انسان کو خود اس کی ذات سے ملاتی ہے۔ کتاب کے ذریعے انسان اپنے دل سے آگاہ ہوتا ہے، ذہن سے واقف ہوتا ہے، اپنی روح اور نفس پر مطلع ہوتا ہے، مگر چونکہ کتاب کے یہ تمام فائدے لوگوں کو معلوم نہیں ہوتے اس لیے وہ کتاب کے مطالعے کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ کتاب نہ پڑھنے کی ایک وجہ مطالعے کی عادت کا نہ ہونا ہے۔ لیکن مطالعہ اتنی دلکش چیز ہے کہ محض دو تین مہینے کی کوشش سے مطالعے کی عادت زندگی کا حصہ بن جاتی ہے اور مطالعے کی یہ عادت انسان کو "زیرو" سے "ہیرو" بنا سکتی ہے۔ لوگ بجا طور پر شکایت کرتے ہیں کہ مسلم معاشروں میں کتاب پڑھنے کا رجحان کم ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کو دنیا کی دوسری امت سے کہیں زیادہ آسانی کے ساتھ کتاب کے مطالعے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے دنیا میں علم کی سب سے بڑی روایت پیدا کی ہے۔ ہم نے دنیا میں سب سے بڑا مذہبی علم پیدا کیا ہے۔ شاعری کی سب سے عظیم کائنات تخلیق کی ہے۔ ہمارے اجداد نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں محیر العقول کارنامے انجام دیے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی عظیم اکثریت اپنے اس عظیم ماضی سے آگاہ ہی نہیں ہے۔ آپ مسلمانوں کو ان کی عظیم میراث کا شعور عطا کریں اور اس سے منسلک کریں اور پھر دیکھیں مسلمان کیا کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا مسئلہ صرف یہ نہیں ہے مسلمانوں کو یہ بتانے کی بھی ضرورت ہے مسلمان دنیا کی قیادت کرنے کے لیے برپا کیے گئے ہیں اور انہوں نے تقویٰ اور علم کی بنیاد پر بارہ سو سال تک دنیا کی قیادت کی ہے اور وہ آئندہ بھی ایسا کرسکتے ہیں کیوں کہ امت مسلمہ، امت وسط ہے اور دنیا کی تقدیر مسلمانوں کی تقدیر کے ساتھ وابستہ ہے۔

غیرت وحمیت میں فہم وفراست کا پہلو

راحیل گوہر صدیقی

(معاون شعبہ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی یٰسین آباد)

غیرت انسان کا فطری جوہر ہے جو اس کے خالق و مالک کی طرف سے اسے ودیعت کیا گیا ہے۔ غیرت کا اظہار ہر اس موقع پر ہوتا ہے جب انسان کی عزتِ نفس، حرمت اور عصمت و ناموس پر حملہ کیا جائے۔ تاہم ہمارا دین غم و غصہ کے وقت نظم و ضبط اور صبر و تحمل کا درس دیتا ہے اور غیض و غضب سے بھرے جذبات کو قابو میں رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (سورۃ آل عمران: 134)

"اور جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ (اللہ ایسے نیک لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔) اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔"

رنج و غم، غصہ، خوشی و مسرت اور رغبت و بیگانگی، یہ سب انسان کی جبلت میں شامل ہیں۔ لیکن ان کیفیات میں توازن قائم رہے تو نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی زندگی بھی آسان ہو جاتی ہے اور مسائل جنم نہیں لیتے، غیر متوازن طرزِ عمل زندگی کو مشکل بنا دیتا ہے۔ جذباتِ بہیمیہ میں اشتعال سے ظلم و تعدی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ اس لیے قرآن و سنت میں بپھرے ہوئے جذبات پر قابو رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ بلاشبہ عزت و آبرو پر حملہ انسان کے جذباتِ بہیمیہ کو مہمیز دیتا ہے اور یہی وقت انسان کی آزمائش کا ہوتا ہے۔

اخبارات کی خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ کہیں سگی ماں نے بیٹی کو پسند کی شادی کرنے پر غیرت کے نام پر زندہ جلا کر مار دیا۔ کہیں کسی باپ نے بیٹی داماد دونوں کو جوشِ جذبات میں آکر قتل کر دیا۔ بھائی نے غیرت کے جنون میں بہن کا گلا دبا کر خاتمہ کر دیا وغیرہ۔ غیرت کی حساسیت اور اثر سے بھڑکنے والی تباہ کن آگ کی حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا مگر انسان کی بقا اور سلامتی کے پیش نظر اس امر سے صرفِ نظر نہیں کرنا چاہیے کہ کسی بھی انسان کو جوشِ انتقام میں آکر بے دردی سے قتل کر دینے کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ اگر ہر کوئی اسی طرح قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی مرضی کے فیصلے نافذ کرنے لگے تو پھر نہ ریاست کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ حکومت اور انتظامیہ کی۔ یہ طرزِ عمل سوسائٹی کی اقدار ملیامیٹ کر دینے کی راہ ہموار کرتا ہے۔

خالق کائنات نے انسان کو اپنی جن نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں سب سے عظیم اور عجیب تر نعمت زندگی ہے۔ اور یہی وہ بنیادی شے ہے جس کے سبب اسلام انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کی سلامتی کو اولین ترجیح دیتا ہے۔ ربّ کائنات نے انسانی جان کی عظمت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (سورۃ المائدہ: 32)

"جو کوئی کسی کو قتل کرے، جبکہ یہ قتل نہ کسی اور کی جان کا بدلہ لینے کے لیے ہو نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو، تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔"

اس آیتِ مبارکہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انسانی جان کی حرمت کتنی قدر و منزلت کی حامل ہے۔ انسان کی عزت و توقیر کائنات کی تمام مخلوق پر فوقیت رکھتی ہے۔ اسی لیے شرک کے بعد عظیم تر گناہ کسی معصوم اور بے گناہ انسان کی جان لینا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (سورۃ بنی اسرائیل :33)

"اور مت قتل کرو اس جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے، مگر حق کے ساتھ۔"

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے: "تمام اہلِ ادیان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل سب گناہوں سے بڑھ کر ہے، کیونکہ اس خواہشِ غضب میں نفس کی اطاعت ہے۔ اور لوگوں میں فساد ڈالنے کا بڑا سبب ہے اور اس میں خلقِ الٰہی کے تغیر اور بنیادِ الٰہی کا منہدم کرنا ہے۔ قتل عمد میں فساد زیادہ ہے اور اس کا داعیہ بھی قوی ہے۔" جان بوجھ کر (عمداً) کسی کو قتل کرنے پر اللہ نے اپنے غضب کا یوں اظہار کیا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ (سورۃ النساء :93)

"اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب ہے، اس پر اللہ کی لعنت کی گئی ہے اور اس کے لیے بڑا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایک نگاہ ڈالیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصدِ بعثت اللہ کی زمین پر اللہ کے احکام کے عملاً نفاذ کے ساتھ نظام عدل قائم کر کے دنیا میں انسانوں کے رائج کیے ہوئے ظالمانہ اور جابرانہ نظاموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔ ظلم و سفاکیت اور استحصالی سوچ پروان جب ہی چڑھتی ہے جب عدل کی طنابیں ڈھیلی پڑنے لگتی ہیں اور خود غرضی، منافرت، تعصب، ہٹ دھرمی، حسد، انتقامی کارروائی اور جنبہ داری کی فضا معاشرے کی مجموعی فکر میں در آتی ہے۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کی فوز و فلاح کے پیش نظر عدل و قسط کا ایک جامع اور مربوط لائحہ عمل دیا ہے۔

اسلام انسانیت پرور دین ہے، یہ سابقہ ادیان یا پچھلی اقوام کی طرح تنگ نظری کا رویہ اختیار نہیں کرتا بلکہ اسلام کا بنیادی وصف محبت، رواداری، بھائی چارگی اور ایثار و قربانی ہے۔ مذہبی رواداری میں کسی کی ناحق جان لینا یا کسی کا مال زور زبردستی سے ہڑپ کر لینے کی سخت ممانعت ہے۔ حتیٰ کہ اسلام کی تعلیم میں تو تمام مذاہب کی عبادت گاہیں بھی محترم ہیں اس کی مدافعت اور حفاظت و نگہبانی بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح مسلمانوں کی عبادت گاہ مسجد کی واجب ہے۔

بات غیرت کے نام پر قتل کی ہو رہی تھی تو یہ ایسا عظیم جرم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَزوالُ الدُّنیا اھون علی اللہِ مِن قتْلِ رجُلٍ مُسلِمٍ۔ (جامع الترمذی)

"اللہ تعالیٰ کے ہاں اس دنیا کا خاتمہ کسی مومن کے قتلِ ناحق سے کہیں زیادہ ارزاں ہے۔"

اور انسان کی تو بات ہی کیا اسلام تو کسی جانور کو بھی بلاوجہ مار دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ الصُّرَدِ وَالضِّفْدَعِ وَالنَّمْلَةِ وَالْهُدْهُدِ۔ (سنن ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹورا (ایک چھوٹا سا پرندہ)، مینڈک، چیونٹی اور ہُدہُد کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

پھر عبرت کے لیے یا غیرت کا بہانہ بنا کر کسی انسان کو سفاکیت سے قتل کر دینے کا حق دنیا کا کوئی قانون دیتا ہے اور نہ کوئی مذہب۔

ہر جرم کے سدباب کے لیے ہر مذہب اور دنیاوی قانون میں مرتب کیا ہوا ایک نظام موجود ہے۔ اسی کے مطابق دنیاوی اور شرعی عدالتیں فیصلہ کرنے کی مجاز ہیں۔ ریاست کا کوئی شخص بھی خواہ وہ کتنی ہی بڑی حیثیت اور مرتبے کا ہو اپنے طور پر کسی مرد یا عورت پر فردِ جرم عائد کرنے کا کوئی قانونی اور شرعی حق نہیں رکھتا۔ اگر وہ کوئی ایسا عمل کرے گا تو وہ بھی قانون کی نظر میں مجرم ہی سمجھا جائے گا۔

بزرگوں کی مرضی کے خلاف گھر سے بھاگ کر شادی کر لینا یا کوئی ایسا برا فعل کرنا جس سے خاندان کے نام پر بدنما داغ لگنے کا اندیشہ ہو تو یہ طرزِ عمل بھی مناسب نہیں ہے، لیکن اس کا یہ بھی حل نہیں کہ ایسے کام کرنے والوں کو زندگی سے ہی محروم کر دیا جائے! ان حالات میں مناسب حکمتِ عملی، ہمدردی کا رویہ اور محبت آمیز گفتگو سے انہیں ان کاموں کی قباحتوں سے آگاہ کیا جائے اور عزت و احترام کی زندگی اپنانے کی ترغیب دی جائے تو یقیناً اچھے نتائج نکل سکتے ہیں۔ سختی اور بے جا ظلم کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہوتا، نرمی اور پیار تو دشمن کے دل کو بھی موم کر دیتے ہیں۔ بچے تو ہمارے جسم اور ہماری ذات کا حصہ ہوتے ہیں، اس طریقے سے یقیناً ان کا طرزِ عمل بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ رشتوں کو مضبوط کرنے اور قائم رکھنے کے لیے اس میں لچک پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور یہی انسانیت کا اصل جوہر ہے۔ وہ شاخ زیادہ جھکی ہوتی ہے جس پر پھل زیادہ لگے ہوں۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

کے زیر اہتمام

گیارہویں یک روزہ سالانہ سیرت کانفرنس

عنوان : قدرتی آفات اور اسوۂ حسنہ

زیر اہتمام : ریجنل دعوۃ سینٹر (سندھ) کراچی، دعوۃ اکیڈمی

صدارت : مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی صاحب (ساؤتھ افریقہ)

مہمان خصوصی : ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری (امریکہ)

مقررین : ۱۔ ڈاکٹر محسن نقوی، ۲۔ ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی (رکن اسلامی نظریاتی کونسل)، ۳۔ مولانا فرحان نعیم (نائب مہتمم جامعہ بنوریہ العالمیہ)

نظامت : ڈاکٹر محمود غزنوی

تاریخ : ۱۵ دسمبر ۲۰۲۲ بروز جمعرات

رپورٹ مرتب کردہ : وقیع الدین (طالب علم رجوع الی القرآن کورس سال دوم، قرآن اکیڈمی یاسین آباد)

ریجنل دعوۃ سینٹر (سندھ) کراچی، دعوۃ اکیڈمی کے تحت الحمدللہ ہر سال کی طرح یک روزہ سیرت کانفرنس کا انعقاد ہوا، ہر سال سیرت کانفرنس کا کوئی نہ کوئی عنوان مقرر کیا جاتا ہے اس سال سیرت کانفرنس کا عنوان : قدرتی آفات اور اسوۂ حسنہ، رکھا گیا اس سیرت کانفرنس کی صدارت جناب محترم مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی حفظہ اللہ نے کی اور مہمان خصوصی کے طور پر محترم جناب ڈاکٹر حقانی میاں قادری حفظہ اللہ نے شرکت کی، اس کانفرنس میں قرآن اکیڈمی یاسین آباد سے رجوع الی القرآن کورس سال دوم کے طلبہ نے محترم عاطف محمود صاحب کی سربراہی میں شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، تلاوت کی سعادت محترم جناب حافظ عبد الصبور صاحب نے حاصل کی، اس کے بعد انچارج ریجنل دعوۃ سینٹر (سندھ) کراچی محترم جناب ڈاکٹر حافظ سید عزیز الرحمن نے افتتاحی کلمات ادا کیے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا کہ 2010ء سے ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی سیرت کانفرنس کا پروگرام منعقد ہوا، مزید انہوں نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ اس سال سیلاب کی وجہ سے پاکستان میں بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی ہے اور اس بات پر زور دیا کہ ہم سب کو مل کر اپنے مسلمان بھائیوں کی خوب مدد کرنی چاہیے، مزید انہوں نے بتایا کہ ہم مسلمانوں پر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ہر معاملے میں قرآن و سنت سے مدد حاصل کریں جس میں انسانیت کے لیے مکمل ہدایت و رہنمائی موجود ہے۔

اس کے بعد نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت محترم جناب حسنین علی صاحب نے حاصل کی،

جناب ڈاکٹر محسن نقوی صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ قدرتی آفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہیں۔ جیسے شریعت پر صحابہ کرام (خصوصا خلافت راشدہ) نے عمل کر کے دکھایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے رسول کی سنت پر چلے ہیں تو ہمیں بھی چاہیے کہ رسول کریم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں، ہم قدرتی آفات جیسے زلزلہ، سیلاب وغیرہ کو تو روک نہیں سکتے مگر ان کے اثرات باہم مل کر کافی حد تک کم کر سکتے ہیں۔ اس کا اہم سبب یہ ہے کہ ہم مسلمان آپس میں سب بھائی بھائی ہیں تو جتنا ہو سکے اپنے مسلمان بھائیوں کی اس مشکل گھڑی میں مدد کریں۔

اس کے بعد رکن اسلامی نظریاتی کونسل محترم جناب ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی صاحب نے فرمایا کہ حالیہ سیلاب کی وجہ سے جتنی بھی تباہی ہوئی ہے اس میں سب سے زیادہ ہماری اپنی نااہلی اور کوتاہی ہے اگر ہم شروع سے لے کر اب تک صحیح سمت پر کام کرتے تو پانی کو ڈیموں کے ذریعے محفوظ کر سکتے تھے اور بڑے پیمانے پر نقصان سے بچا جا سکتا تھا۔ ہم عموماً اسباب کی طرف توجہ دیتے ہیں اور روحانی پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں، مطلب یہ کہ ہم سب کو مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ہمیں احادیث کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ جب کوئی قوم نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا ترک کر دے، زنا عام ہو جائے اور ربا کا لین دین بڑھتا چلا جائے تو اللہ تعالیٰ جزوی طور پر عذاب نازل کرتا ہے۔ جس کو ہم قدرتی آفات کا نام دے سکتے ہیں، موصوف نے مزید فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی آندھی آتی تو حضور ﷺ سجدے میں گر جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ اس کو رحمت بنا اور اس کو عذاب نہ بنا۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرتی آفات کبھی کسی قوم کے لیے رحمت اور کبھی کسی کے لیے عذاب بن جاتا ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے احکامات کو نظر انداز نہ کریں۔

اس تقریر کے اختتام پر آدھے گھنٹے کے لیے نماز ظہر کا وقفہ کیا گیا۔ اس کے بعد جامعہ بنوریہ العالمیہ کے نائب مہتمم محترم جناب مولانا فرحان نعیم صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ تمام تر انسانیت کے جتنے بھی مسائل ہیں ان کا حل صرف اور صرف اسوۂ حسنہ سے ملے گا، ہم دنیا کے کسی بھی مذہب یا قوم کو دیکھیں تو ہمیں مکمل زندگی کا ضابطہ حیات کہیں بھی نہیں ملتا، صرف دین اسلام ہی میں ان کا کامل حل ملتا ہے ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم بھی اسوۂ حسنہ اپنا لیں۔ مزید انہوں نے اس بات پر اظہار افسوس بھی کیا کہ ہم اسوۂ حسنہ سے بہت دور ہو گئے ہیں، کہنے کو تو ہم مدارس سے تعلق رکھتے ہیں مگر اکثر دیکھا گیا ہے کہ ہم نے سیرت النبی ﷺ پر اتنا بڑا کام نہیں کیا جتنا کرنا چاہیے تھا۔ زندگی گزارنے کے جتنے بھی طبقات ہیں ان سب میں ہمارے لیے رہنمائی سیرت النبی ﷺ سے ہی ملتی ہے۔

مہمان خصوصی محترم جناب ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری صاحب جو امریکہ سے تشریف لائے تھے انہوں نے فرمایا کہ آج کل جتنے بھی مسائل، پریشانیاں اور تکالیف ہیں وہ ہمارے اپنے اعمال کی بدولت ہیں ان سے نکلنا اسوۂ حسنہ کے ذریعے ممکن ہے نبی پاک ﷺ ہمارے لیے رحمت ہیں، آپ ﷺ نے ہر تکلیف، پریشانی اور مصیبت سے بچنے کا نسخہ ہمیں دعاؤں کی صورت میں دیا ہے۔ آپ ﷺ نے طہارت اور نجاست سے پاک ہونے سے لے کر اس دنیا پر حکومت کیسے کرنی ہے، وہ سب ہی سکھا دیا ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہمیں مصیبتوں، پریشانیوں نے گھیرا ہوا ہو اور نبی پاک ﷺ نے ہمارے لیے رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ موصوف نے نبی پاک ﷺ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں تلقین کی ہے کہ بغیر چار دیواری چھت پر مت سویا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہیں بڑا نقصان اٹھانا پڑے۔ مزید موصوف نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے مکے والوں کو مسلسل سات سال تک بارش سے محروم کر دیا، مکے کے سردار حضور ﷺ کے پاس دعا کرانے کے لیے حاضر ہوئے، آپ ﷺ اتنے شفیق تھے کہ یہ نہیں فرمایا کہ پہلے اسلام لاؤ پھر دعا کروں گا بلکہ آپ ﷺ نے دعا کی اور وہ بارگاہ الہی میں منظور ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تین بڑی طاقت والی چیزوں کا ذکر کیا ہے، وہ آگ، پانی اور ہوا ہے انسان کتنی بھی طاقت حاصل

کر لے صرف ایک حد تک ان سے بچ سکتا ہے حالیہ سیلاب کی وجہ سے بڑی تباہی ہوئی ہے ، بہر حال اتنی بڑی تباہی نہیں ہو سکتی تھی مگر ہم نے خود اس رحمت کو زحمت بنا دیا۔ بحیثیت قوم فحاشی اور زنا سے دور رہنا ہوگا ورنہ تباہی ہی تباہی ہوگی دنیا نے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے مگر افسوس وہ آپ ﷺ کو نہیں مانتے ہمیں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

پروگرام کے آخر میں محترم جناب سید سلمان ندوی صاحب جو اس محفل کی صدارت کر رہے تھے اور ساؤتھ افریقہ سے تشریف لائے تھے، انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ قرآن پاک اور رسول ﷺ کی سیرت طیبہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے طور پر واضح معجزہ عطا فرمایا کہ یہ بغیر سمجھ کے بھی مکمل یاد ہو جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے ہاں کتنے ہی حفاظ ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں مگر سمجھتے نہیں ہیں۔ موصوف نے مزید فرمایا کہ ہمارے دور میں تعلیم کا آغاز اسلامی جذبوں سے ہوتا تھا، آپ اپنے آپ سے پوچھیے آج کل ہمارے بچے کہاں جا رہے ہیں اور کیا تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟ ہمارے ہاں سیرت صحیح نہیں پڑھائی جا رہی جیسے پڑھانے کا حق ہے، اس حوالے سے جامعات کی نسبت بہتر جگہ مدارس تھے مگر افسوس اس طرح سے سیرت طیبہ کے وہ مقاصد حاصل نہیں کیے جا سکے جو حاصل کیے جا سکتے تھے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ سیرت طیبہ بغیر تاریخ کے پڑھائی نہیں جا سکتی، مستشرقین نے ہم سے زیادہ کام کیا ہے سیرت کے موضوع پر، انہوں نے عربی زبان پر بھی مہارت حاصل کی ہوئی ہے، موصوف نے مزید اس بات پر زور دیا کہ سیرت کی کتاب، خطباتِ مدارس، ضرور پڑھنی اور پڑھانی چاہیے، کیونکہ اس میں اُس زمانے کے مستشرقین کے کئی اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ہمارے مدارس میں سیرت طیبہ کے وہ واقعات پڑھائے جاتے ہیں جو حدیثوں میں یا قرآن پاک میں مذکور ہیں حالانکہ سیرت طیبہ کا براہ راست تعلق تمام تر معاملات سے ہے۔ اس حوالے سے ایک مثال بیان فرمائی کہ آپ ﷺ جنگ کی کامیابی کے لیے جو حکمتِ عملی بناتے تھے اس کو چھپاتے تھے تاکہ دشمنوں کو معلوم نہ ہو سکے، نبی کریم ﷺ کے زمانے سے لے کر سلطنت عثمانیہ تک کسی نہ کسی شکل میں اسلامی حکومت قائم تھی۔ 1924ء کے بعد کوئی ایسی اسلامی حکومت نہیں جس میں مکمل اسلامی قوانین نافذ ہوں۔

پاکستان بننے کا سبب بھی یہی تھا یعنی قرار داد مقاصد میں یہ بات طے تھی کہ پاکستان ایک ایسا ملک بنے گا جس میں تمام اسلامی قوانین نافذ ہوں گے ہندوستان میں قائد اعظم کے حکم پر، یوپی میں مسلم لیگ نے چند علما کی ایک کمیٹی بنائی تھی جس کی صدارت کے لیے سید سلیمان ندوی صاحب کو منتخب کیا گیا تھا اس کمیٹی کا مقصد پاکستان بننے کے بعد وہاں اسلامی قوانین کا نفاذ تھا مگر افسوس اس کمیٹی کو کام کرنے ہی نہیں دیا گیا اس کے بعد پھر ایک اور کوشش 1953ء میں کی گئی حکومت نے ایک ادارہ بنایا جس کی صدارت مفتی شفیع عثمانی صاحب کو دی گئی جس میں کئی علما کو دعوت دی گئی تھی مقصد صرف اور صرف اسلامی قوانین بنانا تھا اور ان اسلامی قوانین کو رد کرنا پارلیمنٹ کے بھی اختیار میں نہیں تھا مگر افسوس کے ساتھ کہ حکومت وقت نے اس عمل کو ہی ختم کرا دیا، ہونا یہ چاہیے تھا کہ پاکستان میں سارے اسلامی قوانین ہوتے اور وہ پوری مسلم امت کے لیے ایک نمونہ ہوتا۔

آخر میں اس پر وقار محفل کا اختتام اجتماعی دعا سے ہوا۔

وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ

ماہانہ رپورٹ برائے آئینہ انجمن

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد:

رواں ماہ ادارہ ھٰذا میں رجوع الی القرآن کورس سال اول (سیکشن اے و سیکشن بی) اور سال دوم میں تعلیمی سرگرمیاں بحمدہ تعالیٰ جاری رہیں، خصوصی محاضرات و لیکچرز کے تحت "معاشیاتِ اسلام" کے عنوان سے بانی تنظیم اسلامی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے فرزند رشید جناب ڈاکٹر عاطف وحید صاحب نے جبکہ "گھر میں دعوت کا کام کیسے ؟" کے عنوان سے مدیر قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے بیان فرمایا، فکر اسلامی کے تحت "جہاد فی سبیل اللہ" کے عنوان سے ادارہ ھٰذا کے استاذ جناب محمد ارشد صاحب نے تدریس کی ذمہ داری ادا فرمائی۔ حلقات و دورات (Short courses & Study circles) میں مختلف موضوعات پر کل پچیس کورسز جاری ہیں جن میں کم و بیش 75 طلبہ و طلبات نے شرکت فرمائی۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت صبح 8:00 تا شام 4:30 شعبہ حفظ جبکہ دوپہر 2:30 تا 4:30 شعبہ مدرسۃ البنین والبنات کی تعلیمی سرگرمیاں جاری رہیں علاوہ ازیں مغرب تا عشاء حلقہ برائے ناظرہ قرآن حکیم جبکہ بعد نماز ظہر حلقہ تجوید القرآن میں ادارہ ھٰذا کے ہی مختلف کورسز کے طلبہ شرکت فرماتے رہے۔

خطبات جمعہ: 3 نشستوں پر محیط سلسلہ وار خطاب جمعہ بہ عنوان "مسجد کے آداب اور سفر آخرت کے مراحل" میں مدیر ادارہ ھٰذا جناب سید سلیم الدین صاحب نے جبکہ "پاکستان کی سالمیت" کے عنوان سے تنظیم اسلامی پاکستان کے ناظم تربیت محترم جناب حافظ خورشید انجم صاحب نے بطور خطیب ذمہ داری ادا فرمائی، ان خطبات میں کم و بیش سوا تین سو حضرات و خواتین نے شرکت فرمائی۔

قرآن اکیڈمی ڈیفنس:

رواں ماہ بحمد اللہ رجوع الی القرآن کورس سال اول کا انتیسویں بیچ جاری رہا۔ فکر اسلامی اور خصوصی محاضرات میں "میرا گھر میری ذمہ داری" کے عنوان پر جناب سید نعمان اختر صاحب نے اور "اسلام کی نشاۃ ثانیہ" پر مدیر ادارہ و مدیر تعلیم انجمن خدام القرآن، کراچی ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے لیکچرز دیے۔ علاوہ ازیں رجوع الی القرآن کورس کے طلباء کو 06 دسمبر بروز منگل کراچی کی دیگر اکیڈمیز کا دورہ کروایا گیا، جس کا مقصد دوسری اکیڈمیز کے طلباء و طالبات یعنی ہم مقصد لوگوں سے ملاقات اور اکیڈمیز کے مختلف شعبوں کا تعارف تھا۔ اس کے علاوہ بروز ہفتہ 10 ستمبر سے مبادیاتِ علوم دینیہ کورس کا ہفتہ وار آغاز بھی ہوا جس میں "عقیدہ اہل سنت"، "عربی تکلم" اور "قرآن مجید کی صرفی و نحوی ترکیب" کی تدریس کی جاتی ہے۔ 5 ستمبر 2022ء سے حلقات و دوراتِ دینیہ کے تحت شام کے اوقات میں کلاسز کا آغاز کیا جا چکا ہے اور شعبہ خواتین کے تحت بھی مختلف کورسز کا آغاز کیا گیا جن میں تجوید القرآن، تدبر قرآن اور قرآن اب آسان نامی کورسز شامل ہیں۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تینوں شعبہ جات یعنی شعبہ حفظ قرآن، شعبہ ناظرہ قرآن اور شعبہ قاعدہ میں بنین و بنات کی تدریس جاری ہے۔ تمام شعبہ جات میں ششماہی امتحان کا انعقاد ہوا۔ اسی طرح شعبہ حفظ کے چار طلباء نے حفظ قرآن مکمل کرنے کی سعادت بھی حاصل کی، اور ان کی آمین ہوئی، ساتھ ہی یہاں دیگر تعلیمی سرگرمیاں یعنی لہجہ، تجوید اور مشق بھی جاری ہیں۔ اس ماہِ میں دوسرا اور چوتھا جمعہ نگرانِ انجمن و امیر تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے پڑھایا۔ اور مسجد میں کل 09 تقاریب نکاح منعقد ہوئیں جبکہ 6 نکاح نامے رجسٹرڈ ہوئے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی :

رجوع الی القرآن کورس سال اول میں تقریباً 37 خواتین اور 14 حضرات شرکت کررہے ہیں۔ "فتنۂ قادیانیت" کے موضوع پر خصوصی محاضرہ منعقد کیا گیا جس میں تدریس کی ذمہ داری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ﷺ کے مبلغ جناب مولوی عبدالحئ مطمئن صاحب نے ادا کی۔ فکرِ اسلامی میں "اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور کرنے کا اصل کام" کا موضوع جاری ہے جس کی تدریس مدیر ادارہ جناب محمد ہاشم صاحب فرمارہے ہیں۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقرأۃ میں بحمداللہ بنین وبنات کی تدریس کا عمل بحسن وخوبی جاری ہے۔ اسی ماہ ششماہی امتحان بھی منعقد ہوا۔ حفظ کے طلباء کے لئے "چھٹیاں کیسے گزاریں" کے موضوع پر تربیتی لیکچر منعقد ہوا۔ شعبہ خواتین کے تحت درجہ قاعدہ کی طالبات کے لئے "ایمانیات، سلام اور بڑوں کی عزت" کے موضوعات پر تربیتی لیکچرز منعقد ہوئے۔ شعبہ خواتین کے تحت درجہ ناظرۂ قرآن کی طالبات کے لئے "خلفاء راشدین (حضرت ابو بکر صدیق ؓ)، حضرت عائشہ ؓ کے موضوعات اور باطنی برائی تعارف و بدعت (رائج بدعات)" کے موضوع پر تربیتی لیکچرز منعقد ہوئے۔ اور "مسابقت الی الخیر" کے موضوع پر ماہانہ درسِ قرآن منعقد ہوا۔ حلقات و دورات و دینیہ میں "تفہیم الاسلام کورس" بحسن و خوبی جاری ہے۔ جس میں 4 افراد شرکت کررہے ہیں۔ اور امور خانہ داری تربیتی کورس (ایڈوانس) جاری ہے۔ جس میں 16 خواتین شرکت کررہی ہیں۔

دی ہوپ اسلامک اسکول :

ماہ دسمبر میں تمام تعلیمی سرگرمیاں بحمداللہ بخوبی جاری رہیں۔ اس ماہ دو روزہ کتب میلہ کا انعقاد بھی کیا گیا تاکہ طلبہ و طالبات میں کتب بینی کے شوق کو اُجاگر کیا جاسکے۔ 16 دسمبر کو سقوطِ ڈھاکہ کے عنوان سے اور اسی طرح یومِ قائد کے عنوان سے دو پروگراموں کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ و طالبات نے تقاریر اور نظمیں پیش کیں، اور خوب جوش وخروش سے حصہ لیا، جب کہ کوئز پروگرام میں سیکنڈری کی طالبات نے بھی بھرپور حصّہ لیا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر :

دوران ماہ رجوع الی القرآن کورس میں بسلسلہ خصوصی محاضرات مدیر قرآن اکیڈمی یٰسین آباد جناب سید سلیم الدین صاحب نے "سفر آخرت کے مراحل" کا موضوع مکمل فرمایا۔ اس کے علاوہ بین الاکیڈمی دورہ کا اہتمام کرتے ہوئے طلباء کو قرآن اکیڈمی یاسین آباد اور ڈیفنس کا دورہ کروایا گیا۔ ہفتہ وار مختصر دورانیے کے حلقات ودورات کا اختتام بھی ہوا۔ مسجد میں نماز فجر کے بعد بھی ترجمہ قرآن اور تجوید برائے بالغان کی محافل کا انعقاد ہورہا ہے. خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ حاصل کررہے ہیں۔ اس ماہ مسجد میں چار تقاریب نکاح بھی منعقد ہوئیں۔ مقامی تنظیم کے تحت شام کے اوقات میں مختصر دورانیہ کے کورسز جاری ہیں جن میں عربی گرامر، تجوید اور دورہ ترجمہ قرآن شامل ہیں۔ مسجد میں مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ بچوں کے لیے جاری ہے۔ روزانہ کی ترتیب میں اصلاحی خطبات بعد نماز ظہر اور درس حدیث بعد عصر منعقد ہورہے ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد :

رجوع الی القرآن کورس سالِ اوّل بحسن وخوبی جاری ہے۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ کے تحت صبح 9 تا 12 بجے اور دوپہر ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ و ناظرہ قرآن اور آدابِ زندگی کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، مغرب تا عشاء بالغان کے لیے ناظرہ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ دوپہر کے اوقات میں ہفتہ اور اتوار کے روز تفہیم الاسلام ویک اینڈ کورس کا آغاز ہوا، 23 حضرات اور 22 خواتین نے کورس میں داخلہ لیا۔ دورانِ ماہ رجوع الی القرآن کورس میں "سفرِ آخرت کے مراحل" کے عنوان سے ایک خصوصی لیکچر کا انعقاد ہوا۔ 26 دسمبر 2022 سے کلاس تین سے میٹرک تک کے لیے 4 روزہ مصباح الاسلام Winter Course کورس کا اہتمام کیا گیا، جس کے مضامین میں سیرت النبی ﷺ، آداب، زندگی، طہارت اور نماز کا طریقہ شامل ہے۔

قرآن مرکز لانڈھی :

مدرسۃ القرآن للحفظ والقرأۃ میں حفظ القرآن اور ناظرہ وقاعدہ کی کلاسز میں تدریس باقاعدگی سے جاری ہے۔ شعبہ حفظ میں ایک طالب علم نے تکمیل کی سعادت حاصل کی۔ شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ہفتہ وار درس قرآن کا انعقاد جاری ہے۔ ناظم مرکز جناب محمد ہاشم صاحب مدرّس کی ذمہ داری ادا کررہے ہیں۔ سورۃ حٰم السجدۃ کا مطالعہ جاری ہے۔ اس ماہ تنظیم اسلامی لانڈھی کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن وحدیث کا اہتمام کیا گیا جس میں "مسلمانوں کی متاع... شرم وحیا" کے موضوع پر امیر مقامی تنظیم ڈیفنس محترم عاطف اسلم صاحب نے خطاب فرمایا۔

شعبۂ سمع و بصر

مطالباتِ قرآن :

قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مبنی "مطالباتِ قرآن" کے عنوان سے Qtv کے لیے قرآن اسٹوڈیو میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ کی 35-35 منٹ پر مشتمل ویڈیو ریکارڈنگز کا سلسلہ جاری ہے۔ الحمد للہ اس سلسلہ کے دو پروگرام Qtv پر ہفتہ اور اتوار کی شام 4 بجے نشر ہو رہے ہیں۔ اب تک اس سلسلہ کے 28 پروگرام ریکارڈ ہو چکے ہیں جو کہ Qtv کو ایڈیٹنگ کے بعد فراہم کیے جا چکے ہیں۔

منتخب نصاب (رجوع الی القرآن کورس) :

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں مدیرِ تعلیمات ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کی منتخب نصاب کی کلاسز کی ویڈیو ریکارڈنگ کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا ہے جو کہ بعد ازاں LMS پر مستقبل قریب میں شروع ہونے والے رجوع القرآن کورس کے Self-paced کورس میں شامل کیا جائے گا۔ ماہِ نومبر تک اس سلسلہ کی 86 کلاسز ریکارڈ کی جا چکی ہیں۔

استحکامِ پاکستان، کرنے کا کام (خطاب عام) :

شادمان ٹاؤن میں واقع عید گاہ گراؤنڈ میں ایک جلسہ عام کا انعقاد کیا گیا جس کا عنوان "استحکامِ پاکستان - کرنے کا کام" رکھا گیا، اس پروگرام کی پریزینٹیشن شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب سے تیار کی گئی، علاوہ ازیں اس پروگرام کے سلسلے میں ایس ایم ڈی کی تنصیب اور ساؤنڈ سسٹم کے لئے بھی شعبہ کی جانب سے مقامی تنظیم کو معاونت فراہم کی گئی، جبکہ اس پروگرام کی ریکارڈنگ کو اگلے ہی دن تنظیم اسلامی کے مرکزی یوٹیوب چینل اور قرآن چینل کے یوٹیوب چینل سے نشر کیا گیا، بعد از آں اس کے مختصر دورانیہ کے کلپس کو بھی نشر کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

مطالعہ (احسان اسلام سرکلر) :

قرآن اکیڈمی یسین آباد میں تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام تربیتی کورس کا اہتمام کیا گیا، جس میں ایک پروگرام ناظمِ اعلیٰ تنظیم اسلامی کا بھی رکھا گیا، اس پروگرام کی ریکارڈنگ اور پریزینٹیشن کی تیاری میں معاونت فراہم کی گئی۔

میرا گھر، میری ذمہ داری :

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں جاری ایک سالہ کورس کے شرکاء کے لئے 8 نشستوں پر مشتمل ایک سلسلہ وار کورس بعنوان میرا گھر میری ذمہ داری پیش کیا گیا، اس کی ریکارڈنگ شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب سے کی گئی۔

سالانہ اجلاس عام :

انجمن خدام القرآن کا سالانہ اجلاسِ عام دی وینیو بینکوئٹ میں منعقد کیا گیا، اس سلسلہ میں ایس ایم ڈی کی تنصیب اور ساؤنڈ سسٹم کے حوالے سے معاونت فراہم کی گئی، سالانہ رپورٹ کی پریزینٹیشن کی تیاری، ڈاکیومنٹری میں گلستانِ جوہر اور گلشنِ معمار پروجیکٹ کا خاکہ شامل کیا گیا جبکہ اجلاسِ عام کی ریکارڈنگ کرکے ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا۔

قرآن حکیم کا انقلابی منشور (خطاب عام) :

تنظیم اسلامی کے زیرِاہتمام قرآن حکیم کا انقلابی منشور کے عنوان سے خطابِ عام کا انعقاد کیا گیا، جس میں امیرِ تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے خطاب کیا، اس پروگرام کی ریکارڈنگ کی گئی، جبکہ اگلے ہی روز اسے ایڈٹ کرکے استفادہ عام کے لئے تنظیم اسلامی کے مرکزی اور قرآن چینل کے یوٹیوب چینل پر شائع کردیا گیا۔

فہم دین پروگرام (کلاس روم) :

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِاہتمام مدرسین کے لئے فہمِ دین نشست کے حوالے سے تربیتی ورک شاپ کا اہتمام کیا گیا، اس پروگرام کی ریکارڈنگ مرکز تنظیم اسلامی کو فراہم کی گئی۔

خطبات جمعہ (نگران انجمن شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ) :

ماہِ دسمبر 2022ء میں مسجد جامع القرآن (قرآن اکیڈمی ڈیفنس) میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوعات پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگز کی گئیں جنہیں مرکز تنظیم اسلامی کے یوٹیوب چینل کے علاوہ انجمن کے آفیشل یوٹیوب چینلز پر اپلوڈ کیا گیا :

1 - زینتِ دنیا اور باقیات الصالحات

2 - فہمِ قرآن — عوامی اور حکومتی طرزِ عمل

3 - گھر اور ریاست کی فکر

خطبات جمعہ (محترم عامر خان صاحب) :

ماہِ دسمبر 2022ء میں جامع مسجد شادمان ٹاؤن میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوعات پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگز کی گئیں جنہیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

1 - سفرِ آخرت کے مراحل اور اس کی اہمیت

2 - سفرِ آخرت کے مراحل اور نامۂ اعمال (سورۃ الکھف کی روشنی میں - حصہ اول)

3 - سفرِ آخرت کے مراحل اور نامۂ اعمال (سورۃ الکھف کی روشنی میں - حصہ دوم)

4 - سفرِ آخرت کے مراحل اور نامۂ اعمال (سورۃ الکھف کی روشنی میں - حصہ سوم)

درس قرآن ڈاٹ کام :

درسِ قرآن ڈاٹ کام کو نگرانِ انجمن شجاع الدین شیخ صاحب کی متفرق عنوان کے تحت دو عدد پانچ منٹ دورانیہ کی ریکارڈنگز فراہم کی گئی۔

روشنی (ریڈیو پاکستان) :

ریڈیو پاکستان پر روشنی کے عنوان سے نشر ہونے والے پروگرام کے لیے نگرانِ انجمن محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے 2 لیکچرز ریکارڈ کرکے ان کی آڈیو ریکارڈنگ ریڈیو پاکستان کو فراہم کی گئیں۔

انجمن خدام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد و منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآنِ حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

☆ عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔

☆ قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔

☆ علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔

☆ ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیمِ قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور

☆ ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021